جنوری 1984ء

شیخ المکرم نمبر

الرشید

ستارہ پبلک لائبریری
0333-5602157
اسلام پورہ جبر

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، ویڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو ویڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور ویڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ ویڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو ویڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز ویڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

کاروبار کے لئے ایک نہایت اچھا موقعہ

عوام، کاروباری حضرات اور صارفین کے دیرینہ مطالبہ پر جہلم شہر کی سبزی فروٹ مارکیٹ موجودہ تنگ و ناکافی جگہ سے بیرون رہتاس روڈ پر منتقل کرنے کے لئے جناب ڈپٹی کمشنر جہلم نے بذریعہ چھٹی نمبر C.H/9-5 600 مورخہ 31 8/83 حکومتِ پنجاب کو ضروری اقدامات کے لئے لکھ دیا ہے۔

جو حضرات اس مجوزہ نئی منڈی میں دکان لینا چاہتے ہوں فوراً رابطہ قائم کریں۔

(پروفیسر) محمد محفوظ احمد چٹن۔ جہلم

0333-5602157

جلد ۵ شمارہ ۳- ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ جنوری ۱۹۸۴ء

سرپرست اعلیٰ حضرت العلّام شیخ المکرم مولانا
اللہ یار خان صاحب مدظلہ العالی

شیخ المکرم نمبر

مدیر مسئول:
پروفیسر حافظ عبدالرزّاق ایم اے اسلامیات

مجلسِ ادارت (اعزازی)

- پروفیسر بنیاد حسین نقوی بی آکرنز) ایم اے
- مولانا محمد اکرم مناروی
- پروفیسر باغ حسین کمال ایم اے
- حافظ عبدالقیوم بی۔ اے

سول ایجنٹ ——— مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور
اشاعت خصوصی ——— قیمت فی پرچہ ۴ روپے

ماہنامہ چکوال (جہلم)

المرشد

رابطہ کیلئے دارالعرفان منارہ

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین اصلاحی پرنٹرز کمرشل پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر ماہنامہ المرشد الحسنا منزل چکوال ضلع جہلم سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اداریہ

شیخ المکرّم نمبر

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

ماہنامہ المرشد کے اجراٗ کی تجویز، اس کا منصۂ شہود پر آنا، اور چار برس سے اپنے نصب العین اور عظیم روایات کے ساتھ جاری رہنا محض اللہ تعالےٰ کی عنایت اور شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب مدظلہٗ کی دعاؤں اور توجہ خاص کا نتیجہ ہے۔ احباب کی روحانی تسکین کے لئے اظہارِ تشکّر کے طور پر ہم یہ خاص شمارہ شیخ المکرّم نمبر کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالےٰ حضرت شیخ کے اس اصلاح وتعمیر اور دعوت وارشاد کے سلسلے کو قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

(مدیر)

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

اسلامی تصوف و سلوک

حضرت العلام مولانا شیخ المکرم مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۞ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞

(۱) ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم ط

(۲) ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ط

(۳) لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۞

ترجمہ: (۱) اے میرے رب ان میں، ان سے ہی رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات پڑھے، ان کو کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کا تزکیہ فرمائے۔

(۲) "اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں ان میں سے ہی رسول مبعوث فرمایا۔ جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے ان کو کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ ظاہر گمراہی میں تھے۔"

(۳) محقق بات ہے کہ اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ان میں ان کی جانوں سے رسول مبعوث فرمایا جو اللہ کی

آیات ان پر پڑھتا ہے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے ظاہر گمراہی میں مبتلا تھے۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس سال کی تعلیم اور قرآنی تعلیم نے نسلی، وطنی، قومی، سرخ وسفید کے فخر وغرور اور تکبّر کے بتوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ نسلی، وطنی اور قومی امتیاز کے بت چُور چُور ہو گئے۔ اسی وجہ سے قریش مخالفت پر تُلے ہوئے تھے اور کہا کرتے تھے ؎

مذہب اُو قاطع ملک ونسب
از قریش ومنکر از فضل عرب
احمراں با اسوداں آمیختند
آبروئے دودماناں ریختند

اسلامی تعلیمات نے شرفِ انسانی کی حقیقت اس طرح واضح کی ؎

سرّ عشق از عالم ارحام نیست
او ز سام وحام ورُوم وشام نیست
کوکب و بے شرق و بے غرب وغروب
در حد اُو نے شمال ونے جنوب

عشق الٰہی کی حقیقت قومی ارحام ونسب پر موقوف نہیں کہ سام وحام کی نسل سے ہی متعلق ہو اور نہ وطنیت سے اس کا تعلق ہے، یہ ایک ایسا ستارہ ہے جو غروب ہونے والا نہیں۔ اس کا تعلق جنوب وشمال سے بھی نہیں، یعنی عشق الٰہی کا تعلق تو قلب سلیم سے ہے کسی خاص قوم، خاص وطن اور خاص رنگ ونسل سے نہیں

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنجم ہیچ در بالا وپست
در دل مومن بگنجم این عجب
گر مرا خواہی ازاں دلہا طلب

اسلام نے خاندانی، نسلی، اور وطنی غرور وتفاخر کے بت توڑ کر عزت وشرافت، سیادت وقیادت، بزرگی وتقرب الی اللہ کا مدار تقویٰ وتزکیہ پر رکھا ہے۔

(اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ)

منقولہ بالا تینوں آیات میں تین ہی مقاصد و فرائض نبوت بیان ہوئے ہیں:

(۱) قرأت کتاب اللہ وتلاوت۔
(۲) تعلیم کتاب وحکمت
(۳) تزکیہ نفس

میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تینوں مقاصد اپنی اپنی جگہ پر اہم اور اعلیٰ مقاصد نبوت میں شامل ہیں مگر پھر بھی پہلی آیت میں تزکیہ نفس کو مؤخر فرمایا گیا ہے اور باقی آیتوں میں بعد تلاوت کتاب تزکیہ کو مقدم رکھا فرمایا کہ بغیر قرأت وتلاوت آیات تو نبوت کا وجود ہی معلوم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کا کوئی تصور ہو سکتا ہے یتلوا علیھم آیاتہ نبوت کا پہلا فریضہ ہے

اسی وجہ سے ہر آیت میں اسے مقدم فرمایا گیا ہے اور تزکیہ نفس کے متعلق فرمایا کہ نبوت کے مقاصد میں ابتداء سے انتہا تک اہم سے اہم، اعلیٰ سے اعلیٰ عظیم الشان مقصد تزکیہ ہے اس کے بغیر مقصد نبوت پورا ہی نہیں ہو سکتا۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہی تو مقصد ہے کہ اللہ کی مخلوق کو گمراہی کے گڑھے سے نکالیں اور اللہ تعالیٰ سے اُس کا تعلق جوڑیں، جو لوگ شیطان کے چنگل میں پھنس چکے ہیں وہ راہ حقیقت سے بھٹک گئے ہیں انہیں اُس سے چھڑا کر خدا رسیدہ بنائیں اور یہ بغیر تزکیہ محال ہے۔

قرآن مجید کی آیات سے اشارہ ملتا ہے کہ تلاوت آیات بھی اپنی جگہ مقاصد نبوت میں سے ایک اہم مقصد ہے مگر اس کی حیثیت ایک لحاظ سے تعلیم کتاب وسنت کے مقدمہ، مبدا ومبادی یا تمہید اور خطبہ کی سی ہے اور جس مقصد اعلیٰ وارفع سے فرائض نبوت کی تکمیل وابستہ ہے وہ تزکیہ نفوس ہی ہے اسی سے اس کے علو مرتبت اور شان کا اندازہ کر لیجیئے اب اس شعبہ کو جو وراثت نبوت کے طور پر اُمت مسلمہ میں موجود ہے آپ تزکیہ نفس سے تعبیر فرمائیں یا اخلاص سے یا اسے بشاشتہ القلوب کہیں جیسا کہ حدیث ہرقل میں موجود ہے یا احسان کا نام دیں حقیقت بہر حال ایک ہی ہے یا موجودہ دور کی اصطلاح میں اسے انسان سازی یا تعمیر سیرت کا نام دیں

اور جہاں یہ تربیت کی جاتی ہے اُسے انسان سازی کی فیکٹری کہیں یا خانقاہ وتربیت گاہ سے تعبیر کریں یہ خانقاہیں اور مراقبہ خانے دراصل انسان سازی کے وہ کارخانے ہیں کہ جہاں اس فن کے ماہر مشائخ عظام و صوفیائے کرام آدمیوں کو انسان بناتے ہیں انہوں نے یہ طریقہ عمریں صرف کر کے مجاہدات کر کے اپنے مشائخ سے حاصل کیا اور ہر دور میں اس سے ہی یہ فریضہ تزکیہ نفس بہ نیابت فرائض نبوت ادا کرتے رہے ہیں، کیا اسے محض سُنی سنائی پہ اعتماد کر کے اور معترضین ومعاندین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر بے فائدہ سمجھ لیا جائے اور چھوڑ دیا جائے تو خود اندازہ کر لیجیئے کہ اس سے انسانیت کو اور اُمت مسلمہ کو کتنا بڑا نقصان برداشت کرنا ہوگا۔

عصر حاضر میں تو ان ماہرین فن انسان سازی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے یہ ترقی کا دور ہے ہر شعبہ میں ترقی ہو رہی ہے کیا اس عہد میں انسان کو ترقی کی بجائے تنزل کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

انصاف اور عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان ماہرین فن انسان سازی کی تلاش کی جائے نہ کہ انکار کیا جائے تاکہ یہ گوہر مقصود ہاتھ آئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان تینوں شعبوں کی جامع تھی اور ان تینوں شعبوں تلاوت تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کو بیک وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنبھالا ہوا تھا، خود مدینہ طیبہ میں مدرسہ محمدیہ

کھولا ہُوا تھا جس میں صحابہ کرامؓ کو تلاوت الفاظ قرآن اور قرأۃ بھی کرلتے تھے خود قاری تھے اور معانی و تفسیر قرآن بھی پڑھاتے تھے خود مفسر تھے احکامِ قرآن کی تعلیم دیتے تھے حدیث و شرح حدیث آپ ہی کے کلام بلاغت نظام کی صورت تھی ۔ اُمتِ مسلمہ میں بعد میں مختلف اسماء و عناوین سے رائج ہونے والے جملہ علوم و فنون کے حقائق اصول و مبادی، طرق استنباط اور تفقہ، تزکیہ و تربیت عملی کے بے مثال نمونے سبھی کچھ حضور کریمؐ کے اُسوۂ حسنہ سے بصورت تعلیم و فیضان نبوت ظاہر و ہویدا تھا ۔

> نگارِ من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت ⁂ بیک نگہ سبق آموزِ صد مدرس شد

آپ نے قرآن کے قاری پیدا کیے، مفسر قرآن پیدا کیے۔ آپؐ کی تعلیم سے متکلم محدث اور فقیہہ پیدا ہوئے، حضرت خالدؓ، ابو عبیدہؓ اور عکرمہؓ جیسے جرنیل پیدا ہوئے امینِ اُمت ابو عبیدہؓ پیدا ہوئے، عادل خلفاء صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ و حسنؓ پیدا ہوئے ایسے عادل روئے زمین پر چشم فلک نے نہیں دیکھے یہ تھی ذات جامع کمالات سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اس کا فیضان ۔

آپؐ کے بعد بوراثتِ نبوت آپؐ کی اُمت کو ملی تو آپؐ کی اُمت میں وہ مقدس ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے ان تینوں شعبوں کو بیک وقت سنبھال لیا اور جامع اُمورِ ثلاثہ تھیں اس کے بعد ہر شعبہ میں محدثین و مجتہدین پیدا ہوئے اور ہر شعبہ کی علیحدہ علیحدہ تدوین عمل میں آئی ۔ امر سوم یعنی شعبۂ تزکیۂ نفس جو وظائف نبوت اور فرائضِ نبوت کا نازک ترین شعبہ ہے اس کو صوفیاء کرام عارفین کی مقدس جماعت نے سنبھالا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدوسی جماعت صوفیہ عارفین کو امانت نبوت کا امین بنایا عارفین کی اس جماعت نے تبلیغ دین کی اس خدمت کو اپنے ذمّہ لیا اور بہ نیابت نبوت اس فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہوئی، یہی وہ لوگ ہیں جو تزکیۂ نفوس کی نازک ذمہ داری سے ہر دور میں عہدہ برآ ہوئے، صوفیہ کرام نے تکمیل دین کے اس شعبہ کو سنبھالا اور مقاصدِ نبوت میں سے اس عظیم مقصد کو پورا کر دکھایا ۔ اُمتِ مسلمہ کی گردنوں پر ان کے احسانات کا اتنا بوجھ ہے کہ وہ ان کا شکریہ کما حقہ، ادا نہیں کر سکتی صوفیہ عارفین کی اس مقدس جماعت نے اس نازک وظیفہ نبوت اس امانت کے بوجھ کو اُٹھا کر دنیا اور اس کی دلچسپیوں سے الگ تھلگ تخلیہ میں نہایت خاموشی اور سکون کے ساتھ مخلوقِ خدا کی تربیت کی، ان کے باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے اور پوری اُمت کو اس کو اس نازک امانت کی ادائیگی سے عہدہ برآ کیا فجزاہم اللہ عنا احسن الجزاء، شکر اللہ ساعیہم رحمہم اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عالم نما جاہلوں کی ایک بھیڑ اس حد تک غلو کرتی ہے کہ اس شعبہ کی اہمیت اور اس

کے حاملین کی خدمات اور ضرورت ہی سے انکار کی روش اپنائے ہوئے ہے وہ کہتے ہیں کہ بس تبلیغ ہی کافی ہے بھلا تبلیغ کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے مگر گزارش ہے کہ تبلیغ تو قرآن مجید کی آیت کے اس حصہ یتلوا علیھم ایاتہ میں آجاتی ہے اور یہ ٹکڑا مقدمہ، مبدأ اور تمہید ہے تعلیم قرآن وحدیث کی اور تعلیم قرآن وحدیث مبدأ وتمہید ہیں تزکیہ کی یہ ٹھیک ہے کہ تبلیغ فی ذاتہ بہت بڑا کام ہے مگر تبلیغ تو رہنمائی کرتی ہے کسی دوسری چیز یا دوسرے حکم کی طرف، جیسا کوئی شخص راستہ دریافت کرتا ہے کہ مجھے فلاں شہر کا راستہ دکھا دیجئے سو آپ نے راستہ دکھا دیا، رہبری کردی مگر اس سے یہ ضروری نہیں کہ محض راستہ بتا دینے سے پوچھنے والا منزل مقصود تک پہنچ جائے ممکن ہے راستہ میں ہی کہیں بھٹک جائے اسی طرح صرف تبلیغ ہی سے لازم نہیں آتا کہ ایصال الی المطلوب بھی ہوجائے تبلیغ کسی چیز کی طرف لے جانے کا ذریعہ اور سبب ہے جس چیز کی تبلیغ کی جاتی ہے اصل مقصود بالذات وہ چیز ہے نہ کہ نفس تبلیغ، جیسا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی تبلیغ وغیرہ وغیرہ تبلیغ خود رہنمائی کرتی ہے کارخانہ انسان سازی کی طرف جو خانقاہیں یا تربیت وتزکیہ کے مرکز ہیں، تبلیغ وضو ہے نماز نہیں، جب تک تبلیغ اور اس کے مقاصد دونوں کو حاصل نہ کیا جائے کام نہیں بنتا، بعض حضرات صرف درس وتدریس کے شعبہ پر اکتفا فرماتے ہیں کہ یہی کافی ہے، یہ درست ہے درس و تدریس اپنی جگہ پر فی نفسہ بہت بڑا فریضہ اور وظیفہ نبوت ہے لیکن اس کے باوجود تزکیہ کے لئے مبدأ و مقدمہ و تمہید ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔

تبلیغ ہو، درس وتدریس ہو، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ جس قدر اعمال منصوصہ ہیں ان سب کی غایت اصلاح باطن اور صفائے قلب ہے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان کا باطن صاف اور منور ہوجائے لہذا تمام اعمال ظاہرہ یہ تزکیہ باطن کے لئے تمہید ہوئے اور یہ کہنا کہ صرف قرآن وحدیث کے الفاظ پڑھ لینے سے صفائی باطن اور تزکیہ نفس خود بخود ہوجاتا ہے کسی شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنا ضروری نہیں، بالکل غلط ہے اگر صرف عربی پڑھ لینے اور عبارات کے مفہوم سمجھ لینے سے اصلاح ممکن ہوتی تو ابوجہل و ابولہب وغیرہ جن کی مادری زبان عربی تھی، منشائے وحی و منشائے تبلیغ رسول ﷺ تک پہنچ جاتے اخیر اسے تو چھوڑیئے امت مسلمہ کے اکابر علماء کے حالات دیکھئے

اگر صرف قرآن وحدیث پڑھنے سے ہی تزکیہ ہو جاتا تو امام رازیؒ جیسے متکلم، منطقی، اور مفسرؒ جس پر علمی ریاست ختم ہوتی ہے اس کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے شہر سے چل کر نیشاپور میں حضرت نجم الدین الکبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کے ہمراہ ایک ہزار طالب علم تھے۔

جاء الشیخ فخر الدین الرازی لطلب الطریق
علی ید الشیخ نجم الدین الکبریٰ فی الف طالب
یمشون وراءہ من بلاد الری فبلغ ذلک الشیخ
نجم الدین فقال انہ لا یطیق الطریق فلما اسلم
الرازی علی الشیخ فقال یا اخی ما اقدمک الی بلادنا
فقال جئت لاطلب الطریق الی اللہ فقال لہ الشیخ
لا تطیق ذلک فقال الشیخ لفخر الدین کیف تطلب
الطریق الی اللہ مع حبک للریاسۃ علی الاقران
وتکبرک علیھم فبکی الشیخ الرازی وقال قد خسرنا

" امام فخر الدین رازی شیخ نجم الدین الکبریٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک ہزار طالب علم اُن کے ہمراہ تھے جو امام رازیؒ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے یہ سب ان کے علاقہ کے تھے جب نجم الدین الکبریٰؒ کو معلوم ہوا کہ رازی حصولِ سلوک کے لئے آرہا ہے تو فرمایا کہ وہ اس کے حصول کی قوت ہی نہیں رکھتا، جب رازی نے شیخ نجم الدینؒ کی خدمت میں السلام علیکم کہا تو شیخ نے فرمایا اے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا ۔ تو کہا کہ حصولِ تصوّف کے لئے آیا ہوں فرمایا شیخ نجم الدین نے کہ بھائی اس کی تو آپ میں قوت و طاقت ہی نہیں ہے آپ میں اپنے معاصرین علماء پر حسد اور تکبر و غرور ہے (اس کے ہوتے طریق تصوف کا حصول معلوم) شیخ رازی رو پڑا اور کہا کہ ہم خسارہ میں پڑ گئے "

علامہ شعرانیؒ نے الاجوبۃ المرضیۃ میں لکھا ہے کہ جب شیخ نجم الدینؒ نے امام رازی کے اصرار پر ان کو مراقبہ خانہ میں داخل کر کے متوجہ الی اللہ ہو کر رازی پر توجہ و القاء شروع کیا تو امام رازی تھوڑی دیر میں سمجھ گیا کہ اس ظاہری علم ان انوار میں مضمحل ہو گیا ہے انہیں خیال پیدا ہوا کہ یہ سلب ہو جائے گا تو فوراً بآوازِ بلند کہا:

" فلما شعر بذلک صاح یا علی صوتہ لا اطیق
فاخرجہ من الخلوۃ "

" جب رازی نے معلوم کیا تو بآوازِ بلند
فرمایا میں اس علم کی طاقت نہیں رکھتا
تو بس نجم الدین نے رازی کو مراقبہ خانہ
سے نکال لیا"

آخر شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ اے رازی آپ میرے احباب اور میرے حلقہ کے آدمی ہیں گو علم سلوک کی آپ میں قدرت نہیں اب آپ اپنے شہر کو لوٹ جائیں ۔ یہ تھا امام فخر الدین رازی جو ایک ہزار طالب علموں کو پڑھاتا تھا کس شان و شوکت سے شیخ نجم الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ جب فخر الدین رازی شیخ نجم الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو تمام لوگوں نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں کہ کیا نجم الدین ان کے سامنے اٹھتا ہے یا کہ نہیں مگر فلم یتحرک الشیخ نجم الدین من المکان شیخ نجم الدینؒ نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی اور نجم الدین الکبریٰ وہ عظیم المرتبت شیخ ہے جن کے متعلق علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ جب

ہلاکو نے بغداد پر حملہ کیا تھا تو تین دن تک بغداد میں نہ آیا اور کہتا تھا کہ اس شہر میں مجھے محمدی کبیر کی خوشبو آتی ہے اور نجم الدین نے فرمایا اس کو کہو اندر آ جاؤ اول میری گردن ماری جائے گی پھر فلاں فلاں کی حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں دو حصہ شہر کا ہلاک ہوگا پھر امن ہوگا اور فرمایا "یہ قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے" اور ایسا ہی ہوا۔

محدث شعرانیؒ نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ ج ۱ پر لکھا ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے امام رازی کو ایک رسالہ لکھ کر بھیجا تھا کہ اے رازی تیرا علم ناقص ہے اور لکھا کہ امام رازی وہ عالم ہے اور ان علماء میں سے ہے جن پر ریاست علمی جا کر ختم ہوتی ہے۔

والشیخ الرازی مذکور فی العلماء الذین انتھت الیھم الریاستہ فی الاطلاع علی العلوم

"شیخ رازی جو کہ ان علماء میں مذکور ہے جن کی طرف ریاست اطلاع علی العلوم کی ختم ہوتی ہے۔"

اسی وجہ سے تو مولانا رومؒ نے مثنوی میں اقرار کیا ہے کہ: ؎

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شُد

مولانا رومؒ نے کیا صاف فرمایا کہ مولوی رومی اس وقت مولانا بنا جب شیخ تبریزیؒ کے جوتوں میں جا کر بیٹھا۔ مگر اس دور کے مولویوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ قرآن و حدیث کے نصوص پڑھ لئے جائیں تو اصلاح قلبی خود بخود

کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر اصلاحِ نفس ناممکن ہے

ہو جاتی ہے، کسی اہل اللہ کے جوتوں کو اُٹھانے کی ضرورت نہیں نہ اُن کے جوتوں میں بیٹھنے کی۔

کیا حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند صاحبِ علم نہ تھے، وہ قرآن و حدیث نہ جانتے تھے؟ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ محدث نہ تھے، کیا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ محقق اسلام عالم نہ تھے ان کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی جوتیاں سیدھی کرنے اور اُن کے جوتوں میں بیٹھنے کی کیوں ضرورت پڑی، حالانکہ ظاہری علوم کی تحصیل میں حاجی امداد اللہؒ ان سے کم تھے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام رازیؒ جیسے عالم فاضل میں علم باطن یعنی سلوک و تصوف کے حاصل کرنے کی قوت نہ تھی اور انھوں نے شیخ کے فرمان کے مطابق صرف ظاہری بیعت پر اکتفا کیا اور اُن کے حلقہ سے انتساب ہوا۔ اور امام رازیؒ اسی پر خوش اور مطمئن ہو گئے تو یہ آپ کیوں ہر کس و ناکس کو حلقۂ ذکر میں لے کر ذکر شروع کرا دیتے ہیں۔ کیا ان میں اس کے حاصل کرنے کی قوت ہوتی ہے؟

تو گزارش ہے کہ میرا اصل مقصد اصلاح خلق ہے اور تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ بغیر ذکر الٰہی کے اصلاح نفس مشکل ہے اس طریق ذکر سے ان کی قدرے اصلاح ہو جاتی ہے چونکہ اصلاحِ نفس اور تزکیہ نفس دونوں کلی مشکک ہیں، ادنیٰ درجہ احسان اور اصلاح و تزکیہ کا حاصل ہو جائے تو نجات کی پوری امید ہو جاتی ہے۔ یہ تو بندہ کو بھی معلوم ہے کہ زمانہ حال میں یہ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور بایزید بسطامیؒ تو نہیں بنتے لیکن نمازی بن جاتے ہیں، تہجد گزار بن جاتے ہیں کبائر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ احکامِ الٰہی اور فرامین رسالت ﷺ کی عزت اور قدر ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

جنت میں جانے کا سبب بھی دو ہی چیزیں ہیں اور جہنم میں جانے کا سبب بھی دو ہی چیزیں ہیں ذریعہ دخول جنت التعظیم لاحکام اللہ والشفقۃ علی مخلوق اللہ۔ خدا کے احکام اور اوامر و نواہی کی دل میں تعظیم و عزت ہو اور خدا کی مخلوق کے لئے دل میں شفقت ہو۔ تعظیم لاحکام اللہ یہ کہ احکام الٰہی کی پابندی کی جائے اور یہ ذکر الٰہی کی برکت سے نصیب ہو جاتی ہے اور خلق خدا پر سب سے بڑی شفقت یہ ہے کہ انہیں اُخروی عذاب سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ احکامِ خداوندی کا پابند بنایا جائے۔ الحمدللہ یہ دونوں چیزیں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں، سینکڑوں جبار، متکبر، اعلیٰ دنیوی مناصب پر فائز حضرات کو جب حلقہ ذکر میں داخل کیا گیا

اور ان کی گردنوں میں ذکر الٰہی کی رسی ڈالی گئی تو ان کی گردنیں بارگاہِ الٰہی میں جھک گئیں اطاعت رسول ﷺ کے سامنے موم بن گئے بارگاہِ ربوبیت میں سربسجود ہوئے، شراب خانوں کو لات ماری، بدکاری گئی، سگریٹ نوشی تمباکو ختم فلمیں تھیئٹر کلب، گھر دوں کو خیرباد کہا۔ ریشمی گدیلے ترک اور مسجد کی چٹائیوں پر جا کر لیٹے، سنت رسول ﷺ یعنی داڑھی کی پابندی نصیب ہوئی، یہی نہیں برکات ذکر سے عقائد درست ہوئے عبادات کی پابندی ہوئی، معاملات کی درستی اور حرام سے دوری کی کوشش ہونے لگی۔

بعض لوگ جنھوں نے حلقۂ ذکر میں شامل ہونے سے پہلے رشوت وغیرہ لی تھی اس کا حساب کر کے بعد دخول حلقہ ذکر رقم رشوت واپس کی (یہ اب بھی زندہ موجود ہیں) یہ تمام برکات ذکر الٰہی ہیں نے

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

ہاں جسے منازلِ علیا کی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی بفضلہ تعالےٰ دروازہ کھلا ہوا ہے اگر اس کو برداشت کر کے ہمت نہ ہارے تو: ے

ہنوز آں ابرِ رحمت دُر فشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشاں است

اب ذرا حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کا کچھ حال سنیئے
" اگر علم نقوش و الفاظ کے پڑھنے ہی کا نام ہوتا اور

یقین کی دولت محض معلومات ہی سے حاصل ہو جاتی تو امام غزالیؒ اپنا وطن اہل و عیال و منال، جاہ و منصب اور درس و تدریس کا مشغلہ ترک کر کے مجاہدہ و خلوت کی راہ اختیار نہ کرتے آپ نے دس گیارہ سال جنگلوں میں تخلیہ اختیار کیا اور فرمایا کہ صوفیہ کا علم قیل و قال کا نام نہیں صوفیا کا علم دلائل سے حاصل نہیں ہوتا نہ درس و تدریس پر ہی اس کا مدار ہے، اپنی روحانی سرگزشت دخود نوشت، المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔

"وعلمت یقینًا انھم ارباب الاحوال لا اصحاب الاقوال وان ما یمکن تحصیله بطریق العلم فقد حصل لی ولم یبق الا ما لا سبیل الیه بالسماع والتعلم بل بالذوق والسلوک؛

"میں نے یقینًا جان لیا کہ صوفیا کرام اصحاب احوال ہیں نہ کہ اصحاب اقوال اور وہ علم جس کا حاصل کرنا تعلیم و تعلم پر موقوف ہے وہ تو مجھے پہلے ہی حاصل تھا اب میں اس کو حاصل کرنا چاہتا تھا جس کی طرف تعلیم سے تعلم کا کوئی راستہ ہی نہ تھا۔ نہ سماع سے نہ تعلیم سے بلکہ وہ وجدان و ذوق و سلوک سے حاصل ہوتا ہے۔"

حضرت امام غزالیؒ المنقذ میں لکھتے ہیں کہ میں نے علوم ظاہریہ تو حاصل کئے ہوئے تھے مگر ان سے حقیقت احکام سامنے نظر آتی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور اس کا مشاہدہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وضو سے گناہ گرتے ہیں تو گرتے وقت نظر کیوں نہیں آتے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو ملائکہ سوال جواب کرتے ہیں اس کے بعد اس کو ثواب یا عذاب شروع ہو جاتا ہے، فرشتے مارتے ہیں۔ یہ چیزیں ہمیں نظر کیوں نہیں آتیں)۔ اور یہ اسی وقت دکھائی دیتا ہے جب نور نبوت سے اقتباس کیا جائے اور یہ نور ترتیب دلائل سے تنظیم کلام صغریٰ کبریٰ سے حاصل نہیں ہو سکتا بغیر طریق صوفیہ کے حیات دنیوی آخرت کے مقابلہ میں موت ہے جب زندہ ہوں گے تو کہا جائے گا۔ فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم الحديد۔

"پس کھول دیا ہم نے تمہاری آنکھوں سے پردہ بس آج کے دن تمہاری نظر بڑی تیز ہے"

اسی طرح صوفیہ کرام کے مقابلہ میں باقی مخلوق کی حالت نوم کی سمجھو یا موت کی۔

المختصر علم صرف تعلیم الفاظ و نقوش ہی کا نام نہیں ورنہ امام رازیؒ اور امام غزالیؒ سے بڑھ کر اس وقت کون عالم تھا، امام غزالیؒ اس کے لئے مارے مارے پھرے اور امام رازیؒ کو شیخ نے جواب دے دیا کہ اس علم کے حاصل کرنے کی آپ میں قوت نہیں اور نہ اس کی استعداد ہے، کیا علم ظاہری کی قوت و استعداد نہ تھی یا کسی دوسرے

علم کی جس کے حصول کے لئے وہ ایک ہزار طالب علموں کے ہمراہ حضرت شیخ نجم الدین الکبریٰؒ کی خدمت میں گئے تھے۔ اگر صرف الفاظ و نقوش پڑھ لینا اور ان کے معانی سیکھ لینا ہی کافی ہوتا تو پھر یتلوا علیھم آیاتہ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ہی کافی تھا ویزکیھم کے صیغہ کے بڑھانے کی کیا حاجت تھی جس شخص نے اس کوچہ میں گھوم پھر کر نہیں دیکھا بلکہ قدم بھی نہیں رکھا نہ اس کی ہوا لگی، نہ اس پیالہ سے ذوق لیا اُسے کیا حق حاصل ہے کہ اس کا انکار کرے

> آیئے اس وادیٔ مقدس میں قدم رکھیں اور چکر لگائیں۔ گھوم پھر کر اس وادی کی سیر کریں اس کے چمنوں کو دیکھیں۔ پھر دیکھیں کس طرح رحمت کی ندائیں آتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادیٔ مقدس میں قدم رکھا تو ندا آئی اِنَّنِی اَنَا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی

"محقق بات ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ کوئی معبود نہیں میرے سوا پس میری ہی عبادت کیجیئے گا۔"

اور فرمایا: انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی

"میں ہی تمہارا رب ہوں، پس جوتے اتار دے تم وادی پاک (طویٰ) میں کھڑے ہو۔"

چونکہ ہمیشہ ہدایت کے چشمے جھونپڑیوں، کھنڈرات اور جنگلات سے ہی پھوٹتے ہیں۔ جنگلات غاروں اور وادی سے ندائیں آتی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں تھے کہ آواز آئی میں تمہارا رب ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے کہ آواز آئی اقرا اور حضرت مریم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جنگل میں پھر رہی تھیں کہ آواز آئی:

فناداھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا وھزی الیك بجزع النخلۃ تساقط علیك رطبا جنیا:

مگر یہ آوازیں کب آتی ہیں جب انسان کی یہ حالت ہو جیسا کہ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

ترا تا دہن باشد از حرص باز
نیاید بگوش دل از غیب راز

آیئے اس وادی کو طے کرنے والے ایک مرد کامل کی مثال ملاحظہ کیجیئے، اس دنیا کے سیاح سہروردی سلسلہ کے مجاز، مدرسہ نظامیہ بغداد کے فاضل استاد کل شیخ مصلح الدین سعدیؒ فرماتے ہیں کہ شہر فاریاب کے ایک بزرگ کے ہمراہ سفر شروع کیا تو شام کے وقت دریا کے کنارہ پر پہنچے میرے پاس ایک درہم تھا کشتی والوں کو دیا اور کشتی میں سوار

ہوگیا۔ وہ شیخ بزرگ دریا کے کنارے پر ہی رُک گیا کیونکہ اُن کے پاس کرایہ نہ تھا۔ مجھے اس کا سخت غم ہوا اور رفیقِ سفر کی جُدائی میں رونے لگا تو شیخ نے ہنس کر فرمایا اے سعدی غم نہ کر مجھے وہ ذات دریا کے پار لے جائے گی جو کشتی کو چلا رہی ہے۔

قضا را من و پیر از فاریاب — رسیدیم در خاک مغرب بآب
مرا یک درم بودم برداشتند — بکشتی و درویش بگذاشتند
مرا گریہ آمد ز تیمار جفت — بر آں گریہ قہقہہ وخندید وگفت
مخور غم برائے من اے پر خرد — مرا آنکس آرد کہ کشتی بُرد
بگسترد سجادہ بر روئے آب — خیال است پنداشتم یا بخواب
زندہوشیم دیدہ آں شب نخفت — نگاہِ بامداد او بمن کرد وگفت
عجب ماندی اے یار فرخندہ رائے — ترا کشتی آورد مارا خُدا
مرا اہلِ صورت بدین نگروند — کہ ابدال در آب و آتش روند
چوں طفلی ندارد از آتش خبر — نگاہداردش مادرِ مہرور
پس آنانکہ در وجد مستغرق اند — چنیں داں کہ منظورِ عینِ حق اند
نگاہ دارد از تاب آتشِ خلیلؑ — چوں تابوت موسیٰؑ زغرقابِ نیل

تو بر روئے دریا قدم چوں زنی
چوں مرداں کہ بر خشک تردامنی

(جاری ہے)

المرشد
آپ کا اپنا پرچہ ہے۔ اس کی سرپرستی آپ نے ہی کرنی ہے لہٰذا اس کی اشاعت بڑھائیں

سابقہ مضمون میں ابدال کا ذکر آیا تھا اس لئے مناسب ہے کہ ذرا تفصیل سے اس کے متعلق کچھ بیان کیا جائے

ہر چند کہ یہ صوفیائے کرام کی ایک اصطلاح ہے اور اس پر بھی لامناقشۃ فی الاصطلاح کا قانون صادق ہے مگر پھر بھی بعض حقائق علم سے بے بہرہ حاسد یا غالی قسم کے لوگ خلط مبحث کا شکار ہو کر خواہ مخواہ کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ ان میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو علم تصوّف سے واقف نہیں ہوتے نہ اس کی اصطلاحات ہی کی حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں اور محض عدم علم کی وجہ سے اعتراض کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ صوفیہ کرام کے ہاں ان اصطلاحات کے وضع کرنے کا ایک سبب منجملہ اسباب دیگر یہ بھی ہے کہ عوام کالانعام جنھیں اس فن سے مناسبت نہیں خواہ مخواہ اس سے نہ اُلجھیں اور اعتراض کریں۔ عوام تو کجا بعض بظاہر علم و فضل کے مدعی بھی ابدال قطب اور غوث کا نام سُنکر ہی بدک جاتے۔ ایسے ہی جب حضرت حافظ جلال الدین السیوطیؒ کے ہاں اس بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام آپ نے "الخبر الدال علی وجود القطب والاوتار والنجباء والابدال" رکھا اس میں کوئی پچاس یا باون ۵۲ احادیث جمع کی ہیں جن میں مختلف قسم کی حدیثیں ہیں کوئی صحیح کوئی حسن کوئی ضعیف کوئی موقوف کوئی، اضعف اور کوئی مرسل

والحدیث اذا ورد بطرق مختلفۃ تدل علی ان لھذا الحدیث اصل وبعد فقد بلغنی عن بعض من لا علم عندہ انکار ما اشتھر من السادۃ الاولیاء من ان منھم ابدالا ونقباء ونجباء واوتادا واقطابا وقد وردت الاحادیث والاثار باثبات ذلک مجمعتھا فی ھذا الجزء لتستفاد ولا یعول علی انکار اھل الفساد وسمیتہ الخبر الدال علی وجود القطب والاوتار والنجباء والابدال" واللہ ھو الموفق"

"جب حدیث مختلف طرق سے وارد ہو تو دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اس حدیث کا وجود موجود ہے پس میرے پاس بعض ان لوگوں نے جن کو علم نہیں ہے ان کا انکار کرنا پہنچا جو سادات اولیاء اللہ کے متعلق انہوں نے کیا ان اولیاء اللہ میں بعض ابدال ہیں، بعض نقباء ہیں اور نجباء اور اوتاد ہیں اور قطب ہیں اور احادیث صحابہ وتابعین ان کے ثبوت میں وارد ہیں میں نے ان احادیث و آثار کو اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کیا جائے اور منکر کے اس انکار پر اعتبار نہ کیا جائے یہ منکر مفسد ہے میں نے اس رسالہ کا نام

رکھا ہے بہ عنوان الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال "۔ اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے۔

فاقول وردفی ذلک مرفوعًا وموقوفًا من حدیث عمر ابن الخطاب وعلی ابن ابی طالب وانس وحذیفه بن الیمان وعبادہ ابن الصامت وابن عباس وعبدالله بن عمر وعبدالله بن مسعود وعوف بن مالک ومعاذ بن جبل وواثله بن الاسقع وابی سعید الخدری وابی هریرة وابی الدرداء ام سلمه رضی الله عنهم ومن مرسل الحسن البصری وبکر بن خنیس ومن الآثار من التابعین ومن بعدهم مالا یحصٰی انتهٰی۔

" پس میں کہتا ہوں کہ اثبات قطب اور ابدال کے وجود میں حدیث موقوف اور مرفوع وارد ہوئیں۔ ان حدیثوں میں حدیث عمر بن الخطابؓ کی ہے اور علیؓ ابن ابی طالب کی ہے اور حدیث انس کی ہے اور حذیفہ بن الیمان کی ہے اور عبادہ ابن صامت کی اور ابن عباس کی ہے اور عبداللہ ابن عمر کی ہے اور عبداللہ بن مسعود کی اور عوف بن مالک کی اور معاذ بن جبل کی اور واثلہ بن اسقع کی اور ابی سعید خدری کی اور ابی ہریرۃ کی اور ابی درداء کی اور مائی اُمِ سلمہ زوجہ رسول اللہ کی ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حدیث مرسل حسن بصری کی ہے اور عطاء اور بکر بن خنیس کی ہے اور آثار تابعین سے اور ان کے بعد والوں سے اتنی تعداد مذکور ہے جس کا اکٹھا کرنا مشکل ہے۔

اور علامہ شامی ابن عابدین نے ایک رسالہ لکھا بنام "اجابت للغوث ببیان حال النقباء والنجباء و ابدال و الاوتاد والغوث"

یہ رسالہ رسائل شامی میں موجود ہے اس کے صفحہ ۲۹۲ پر لکھا ہے۔

قال الشهاب المنینی قد طعن ابن الجوزی فی احادیث الابدال وحکم بوضعها وتعقبه السیوطی بان خبر الابدال صحیح وان شئت قلت متواتر واطال الکلام ثم قال مثل هذا ابلغ حد التواتر هوالتواتر المعنوی بحیث یقطع بصحة وجود الابدال ضرورة انتهٰی

" اور فرمایا ابن شہاب مینینی نے کہا کہ ابن جوزی نے حدیث ابدال پر طعن کیا اور کہا یہ موضوع ہے اور ابن جوزی کا تعاقب کیا علامہ سیوطی نے کہ حدیث ابدال بالکل صحیح ہے اگر چاہوں تو اس حدیث کو متواتر کہوں اور اس پر کلام کو طول دیا سیوطی نے پھر فرمایا کہ مثل اس حدیث کے حد تواتر کو پہنچی ہے تواتر معنوی تک کو پہنچی ہے تواتر معنوی تک اس حیثیت

سے کہ قطعی صورت میں ہوا وجود ابدال کا یا بداہت۔

وقال السخاوی واصح ماتقدم کله خبر عن علی رضی الله عنه مرفوعا الیه لا یکون فی الشام دهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث و ینصر بهم علی الاعداء یصرف بهم عن اهل الشام العذاب ثم قال السخاوی رجاله رجال الصحیح غیر شریح بن عبید وهو ثقة انتهی:

"اور امام سخاوی نے فرمایا جو احادیث اوّل گذاری ہیں ان تمام سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ خدا تعالےٰ لاتا ہے اس کے بدلے میں ان کی برکت سے بارش برستی ان کی وجہ سے دشمن پر فتح ہوتی ہے ان کی وجہ سے شامیوں سے عذاب دُور کیا جاتا ہے پھر امام سخاوی نے فرمایا کہ اس حدیث کے تمام راوی ایسے صحیح ہیں بخاری و مسلم کے صحیح ہیں سوائے شریح بن عبید کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہے انتہیٰ

اور علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص۳۳۰ پر لکھا ہے:

وقد ورد ذکر الابدال ایضا من حدیث علی رضی الله عنه اخرجه احمد فی مسنده وسنده حسن وله عنه طرق متعددة ومن حدیث عبادة ابن الصامت اخرجه احمد وسنده حسن ومن حدیث عوف بن مالک اخرجه الطبرانی ومن حدیث معاذ بن جبل اخرجه ابو عبد الرحمٰن السلمی فی کتاب سنن الصوفیة ومن حدیث ابی الدرداء اخرجه الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول ومن حدیث ابی هریرة اخرجه ابن حبان فی الضعفاء والخلال فی کرامات الاولیاء ومن حدیث ابی سعید الخدری اخرجه البیهقی فی شعب الایمان ومن حدیث ام سلمة اخرجه احمد وابن ابی شیبة وابو داؤد فی سننه والحاکم والبیهقی ومن مرسل الحسن اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب السخاء والحکیم الترمذی والبیهقی فی شعب ومن مرسل بکر بن خنیس اخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الاولیاء وورد عن عمر الخطاب مرفوعا اخرجه ابن عساکر فی تاریخه وعن حذیفة بن الیمان مرفوعا اخرجه الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وعن ابن عباس موقوفا اخرجه احمد

فی النهد وقد جمعت طرق هذه الاحادیث فی تالیف مستقل۔

"اور علامہ سیوطی نے فرمایا کہ ابدالوں کا ذکر حضرت علیؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور سند اس روایت کی حسن ہے اور اس حدیث کے طرق متعددہ ہیں دوسری حدیث جس کو عبادہ بن صامت نے بیان کیا اس کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔ اور سند اس کی بھی حسن ہے۔ سوم حدیث عوفؓ بن مالک کی جس کو طبرانی نے نقل کیا ہے چوتھی حدیث معاذ بن جبل کی جس کو کو ابو عبدالرحمٰن السلمی نے اپنی کتاب سنن الصوفیہ میں نقل کیا ہے اور پانچویں حدیث ابی درداءؓ صحابی کی اس کو حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں بیان کیا ہے چھٹی حدیث ابی ہریرہؓ کی اس کو ابن حبان نے بیان کیا ہے اور علامہ خلال نے کرامات اولیاء میں بیان کیا ہے ساتویں حدیث ابی سعید خدری کی جس کو محدث بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے آٹھویں حدیث اُم المومنین اُم سلمہؓ زوجہ رسول اللہ علیہ وسلم کی جس کو امام احمد نے اور ابن ابی شیبہ نے اور ابوداؤد نے سنن میں بیان کیا ہے اور حاکم نے اور بیہقی نے بھی بیان کیا ہے نویں حدیث اور مرسل حدیث امام حسن البصری سے جس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب السخاء میں بیان کیا دسویں حدیث مرسل عطا کی جس کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے گیارہویں حدیث مرسل بکر بن خنیس کی جس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الاولیاء میں بیان کیا ہے بارہویں حدیث عمرؓ بن خطاب سے منقول ہوئی جس کو ابن عساکر نے بیان کیا تیرہویں حدیث حذیفہ بن یمان سے موقوفاً جس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں بیان کیا چودہویں حدیث جس کو موقوفاً ابن عباسؓ نے بیان کیا اس کو امام احمد نے بیان کیا کتاب الزہد میں اور میں نے مستقل ایک کتاب میں ان تمام احادیث کو جمع کر دیا ہے"

اور اسی طرح علامہ ابن حجر مکیؒ نے فتاویٰ الحدیثیہ کے صفحہ ۲۲۲ پر ۱۶ حدیثیں نقل کی ہیں جن سے وجود اولیاء اللہ خاص کر ابدال کا ثابت کیا ہے ان میں متعدد طرق سے احادیث بیان فرمائی ہیں باقی ان کی تعداد میں قدرے اختلاف نظر آتا ہے مگر وہ اختلاف باعتبار مراتب کے ہے اور وقت کے مثلاً ایک فوت ہو گیا تو دوسرا اس کی جگہ کوئی وقت اور زمانہ ان دونوں کے درمیان خلاء پیدا کر دیتا ہے تو کم ہوئے جس کی شان زیادہ ہوئی ان کا نام لے کر تعداد

بیان کر دی۔ کم درجے والے کو ترک کر دیا ورنہ جو تعداد حدیث میں ہے اس پر سب متفق ہیں جیسا کہ رسائل شامی صفحہ ۲،۲ پر موجود ہے۔

" والکل متفقون علی وجود تلک الاعداد"

"اور تمام متفق ہیں اس تعداد پر" اور اگر کوئی اختلاف ہوا ہے تو ان کی تعداد و شمار میں ہوا نہ کہ نفس وذات اور وجود میں ابدال و قطب کے وجود اور موجود ہونے پر تو تمام یک زبان سے قائل ہیں اگر انکار ہوگا تو علم نما جاہل سے ہوگا اور علم نما جاہل کسی شمار میں نہیں۔

اثبات وجود پر مختصراً لکھ دیا گیا ہے اب دوسرا اختلاف بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کس خاندان میں پیدا ہوتے ہیں اور کس نسل و نسب سے تعلق رکھتے ہیں امام ربانی مجدد الف ثانی کا خیال ہے کہ اصل اور اصالت قطبیت اور غوثیت اسی طرح قیومیت اور فردیت اور قطب وحدت یہ تمام مناصب صرف اہلبیت کے افراد و اشخاص کے لئے ہیں بالتبع دوسروں کو ملتے ہیں اسی طرح سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کا بھی یہی خیال ہے کہ اصل اصالت غوثیت، قطبیت، اہلبیت رسول کے لئے ہے بالتبع دوسروں کو ملتی ہے۔

روح المعانی ص ۱۹،۲۰ پ ۲۱ میں ہے:

رأیت فی مکتوبات الامام الفاروقی الربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ما سلدان القطبیة لم تکن علی سبیل الاصالة الا لائمة اهل البیت المشهورین ثم انها صارت بعدهم لغیرهم علی سبیل النیابة عنهم حتی انتهت الغوثیة الی سید الشیخ عبد القادر الکیلانی قدس سره النورانی فنال مرتبة القطبیة هی سبیل الاصالة فلما عرج بروحه القدسیة الی اعلی علیین نال من نال بعده تلک المرتبة علی سبیل النیابة عنه فاذا جاء المهدی ینالها اصالة وهذا مما لا سبیل الی معرفته والوقوف علی حقیقته الا بالکشف وانی لی به ثم قال وانا لا اعقل النیابة فی ذلک المقام وان عقلت قلت ند نال ما نال من القطبیة بواسطة جده علیه السلام والصلاة علی اتم وجه واعلی حال فقد کان رضی الله عنه من اجلة اهل البیت حسنیاً من جهة الاب والام لم یصبه نقص ولا ینکر لهذا الا زندیق وذلک مما لا یکاد ینکر واظهر من الشمس والقمر:

"امام ربانی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ قطبیت اصالۃ ائمہ اہلبیت کے لئے ہے جو مشہور ہیں پھر ان کے بعد دوسروں کو بطور نیابت کے ملتی ہے یہ نیابت شیخ عبد القادر جیلانی تک چلی آئی اس نے مرتبہ غوثیت حاصل کیا اصالۃ پس جب

جناب کی وفات ہوگئی اور روح علیین میں
چلی گئی تو جس شخص نے بھی اس مرتبہ قطبیت
کو حاصل کیا تو اس نے بطور نیابت کے شیخ
عبدالقادر جیلانیؒ کے حاصل کیا پس جب امام
مہدی آئے گا وہ اس رتبے کو اصالۃً حاصل
کرے گا۔ صاحب روح المعانی لکھتا ہے
کہ مرتبہ قطبیت کا بطور نیابت کے حاصل
کرنا اور نائب ہونا دوسرے کے اتباع سے
حاصل کرنا اس نیابت
کی حقیقت
اور معرفت
پر نہیں پہنچا
نہ ہی اس کی حقیقت کو سمجھا اور نہ سمجھ سکتا
ہوں کیونکہ اس کی معرفت کشف پر موقوف
ہے اور کشف مجھے حاصل ہی نہیں ہے
پھر فرمایا اگر قطبیت کی نیابت کو میں
سمجھتا تو میں اس پر کلام کرتا یہ مقام اس
مقام کا حل، اس کا تعلق علم سلوک
سے ہے اگر میں سمجھتا تو اس کو حل کرتا
پھر آگے فرماتے ہیں یہ تو ٹھیک ہے کہ شیخ
عبدالقادر جیلانیؓ نے جو کچھ حاصل کیا
وہ رسول اکرمؐ اپنے جد سے حاصل کیا ہے،
شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ حاصل
کیا مرتبہ قطبیت کا علی وجہ الاتم واکمل بہ وساطت
اپنے جد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہے
چونکہ آپ جلیل القدر فرد اہلبیت کے ہیں۔
باعتبار ماں، باپ کے حسنی ہیں۔ آپ کے نسب
میں کسی قسم کا قومیت کی وجہ سے نقص نہیں رکھتے
اس کا انکار کوئی زندیق ہی کر سکتا ہے اور اس
کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اظہر من الشمس
والقمر ہے۔

حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ فاروقی دہلویؒ کا خیال
ہے کہ ائمہ اہلبیت نے در اصل
مرتبہ قطبیت کا حاصل کیا اور
یہ جو بعض لوگوں نے غلط مبحث
سے کام لے کر یہ کہا ہے کہ ایک امام کے بعد دوسرا
امام اس کی نص سے متعین ہوتا ہے غلط ہے۔ ایک کے بعد
دوسرے کا اس مرتبہ سے مشرف ہونا قطبیت کے روحانی
منصب پر فائز ہونا ہے لیکن یہ اصطلاح چونکہ بعد کی ہے
اس لئے سب ائمہ پر اس کا اطلاق درست نہیں ہاں جو
لوگ بعد میں آئے اُن کے لئے صحیح ہو سکتا ہے وہ اوّل میں
سب سے اعلیٰ شرف صحابیت تھا اسی لئے سب نسبتیں اور
القاب و مناصب اسی میں مندرج تھے یا اس کے سامنے مضمحل
ہو گئے تھے مثلاً کسی کو محدث فقیہ یا نحوی اور اصولی مفسر
وغیرہ نہ کہا جاتا تھا صرف صحابی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح
صوفی بھی نہ کہا جاتا تھا یہ اصطلاحات ہیں او اصطلاح

بیشک شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے جو کچھ حاصل کیا وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد سے حاصل کیا

پر اعتراض نہیں کیا جاتا ہر چند کہ قطب کا لفظ حدیث میں آیا ہے اور نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ فارس پر فاروق اعظمؓ کے جانے کے وقت حضرت فاروقؓ کو فرمایا کُن قُطباً یعنی آپ قطب بن کر عرب میں ہی رہیں اور جنگ کی چکی چلائیں خود نہ جائیں۔

اس اصطلاحِ تصوّف سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اہلبیت قطب نسبی ونسبتی ہیں کیونکہ اصطلاح صوفیہ میں قطب وہ ہوتا ہے کہ جس کو ضروری ضروری علم ظاہری بھی حاصل ہو یعنی بقدر ضرورت علوم باطنیہ سے خاص منازل سلوک طے کئے ہوئے ہوں حضرت شاہ ولی اللہ محدث فرماتے ہیں:

"قطبیت ایشاں امریست باطنی تبکلیف شرعی کار ندارد ونص واشارہ ہر کی برمتاخر باعتبار ہمیں قطبیت است ورموز امامت کہ گفتند راجع بہماں است کہ بعض خاص یاراں خود را ایں مطلع می ساختند پس از زمانی قومی تعمق کردند و قول ایشاں را بر محلی دیگر فرو آوردند، ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم اقطاب نسبتی بودند۔

"ائمہ اثنا عشر کی قطبیت ایک باطنی امر ہے اور امور باطنیہ کا تعلق تکلیفات شرعی سے نہیں ہے اور جو نص واشارہ ہر امام کے متعلق بیان ہوا ہے کہ سابقہ بعد والے کے لئے اشارہ یا نص بیان آیا کرتا تھا اس سے مراد یہی قطبیت ہے اور رموز امامت وغیرہ کا تعلق بھی اسی قطبیت سے ہے جو بعض بعض خالص دوستوں سے بیان کرتے تھے نہ وہ رموز جو غالی قوم بیان کرتی ہے اور ایک زمانہ گزرنے کے بعد ایک قوم نے غلط اندازِ فکر اختیار کرکے ان کے قول قُطبیت کو دوسرے محل پر چسپاں کیا (یعنی امام مفترض الطاعۃ وغیرہ پر اس فقیر پر واضح ہوا ہے کہ ائمہ اثنا عشر اقطاب نسبتی تھے یہ

> **اصطلاحِ صوفیہ میں قُطب وہ ہوتا ہے کہ جس کو ضروری ضروری علمِ ظاہری بھی حاصل ہو۔**

فائدہ: امام الہندؒ کے کلام سے واضح ہو گیا کہ جو قطبیت کو ائمہ اثنا عشر سے خاص کرتے اس سے مراد قطبیت کو ائمہ اثنا عشر سے خاص کرتے ہیں اس سے مراد قطبیت نسبی ونسبتی ہے نہ کہ وہ جو صوفیہ کرام بیان کرتے ہیں، لہٰذا نسبی ونسبتی قطبیت تو ائمہ کے لئے خاص ہوئی لیکن قطبیت جو صوفیہ یا تصوف کی اصطلاح ہے یہ ان سے خاص نہیں ہے ہاں اس کا قانون اکثری ہے قاعدہ کلیہ نہیں ہے، اکثر قطب، غوث، افراد قطب وحدت، صدیق وغیرہ خلفائے اربعہؓ کی نسل سے ہوتے ہیں اور یہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی میں نہیں ہوتے اور یہ امر صوفیہ کے اتفاق واجماع سے ثابت ہوا ہے کہ صوفیہ میں سے دین کی باگ ڈور اعلیٰ خاندان کے لوگوں کے ہاتھ میں دی ہے نہ کہ نچلے طبقے کے لوگوں کے ہاتھ میں حضرات انبیاء علیہم السلام اعلیٰ خاندانوں

سے مبعوث ہوتے تھے باقی یہ قول کہ یہ صرف علوی خاندان یا فاطمی خاندان ہی سے ہوتے ہیں صحیح نہیں جیسا کہ فتاویٰ دُرّ الخواص کے صفحہ ۹ جزو ا غوث علی الخواصؒ نے فرمایا:۔ قلت للشیخ ابی مدین المغربی فہل یختص القطب بکونہ لا یکون الا من اہل البیت کما سمعتہ من بعضھم فقال لا یشترط کان شریفا فتعصب لنسبہ

"میں نے شیخ ابی مدین مغربیؒ سے پوچھا کہ کیا قطبیت
اہل بیت کے ساتھ خاص ہے کہ ان کے بغیر
دوسروں کو نہیں ملتی جیسا کہ میں نے بعض اہل
بیت کے افراد سے سُنا ہے۔ پس فرمایا کہ یہ
کوئی شرط نہیں ہے شاید جس شخص نے یہ شرط
ہے وہ سید ہوگا اور بوجہ اپنے نسب کے
اس نے تعصب کیا ہے۔"

اور علامہ شامی نے (ص ۵، ۲ رسالہ ہذا فرمایا:)

فہل یشترط ان یکون القطب من اہل البیت کما قال بعضھم فقال لا یشترط ذلک لانھا طریق وھب یعطیھا اللہ تعالیٰ لمن یشاء فتکون فی الاشراف وغیرھم۔

"پس کیا یہ شرط ہے کہ قطب اہل بیت سے
ہوتا ہے جیسا بعض افراد نے کہا فرمایا یہ
کوئی شرط نہیں ہے فرمایا یہ چیز وہبی ہے
جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے دیدیتا ہے
خواہ سید ہو یا غیر سید، فاطمی ہو یا غیر فاطمی"

تفسیر شہیر فی الآفاق روح المعانی ص۱۹-۲۰-۲۱ پر یوں مذکور ہے:

حتیٰ ذھب القوم الی ان القطب فی کل عصر لا یکون الا منھم خلافا الاستاذ ابی العباس المرسی حیث ذھب کما نقل عنہ تلمیذہ التاج بن عطاء اللہ الی انہ قد یکون من غیرھم۔

"یہاں تک کہ ایک قوم اس طرف گئی کہ قطب
ہر زمانہ میں صرف اہل بیت سے ہوتا ہے
مگر استاد ابو العباس مرسی اس طرف
گئے ہیں جیسا کہ ان کے شاگرد تاج بن
عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے کہ قطب
ان کے بغیر دوسروں سے بھی ہوتا ہے"

> **فائدہ:** دنیا میں خود ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ غوث، قطب اہل بیت سے نہیں بلکہ خلفاء اربعہ کی نسل کے بغیر بھی پائے گئے ہیں۔

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جس شخص نے فاطمی ہونے کی شرط لگائی ہے وہ علوم ظاہریہ و باطنیہ میں کم علم ہوا ہے علم سلوک سے نا واقف اور تعصب نسبی میں گرفتار تھا۔ یہ تمام حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب و خلفاء ہیں علامہ شامیؒ اپنے رسالہ کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں:

وقد اقام صلی اللہ علیہ وسلم فی القطبیة الکبریٰ مدة رسالته وھی ثلث وعشرون سنة علی الاصح واتفقوا علی ان لیس بعدہ افضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه وقد اقام فی خلافته عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتین ونحو اربعة اشھر و ھو اول اقطاب ھذہ الامة وکذالک مدة خلافته عمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیھم اجمعین ومن بعدھم الی ظھور المھدی وھو آخر الاقطاب من الخلفاء۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ رسالت میں جو تیئس سال ہے قطبیت کبریٰ میں رہے ہیں صحیح مذہب کے مطابق اور صدیق اکبرؓ کی فضیلت پر تو اتفاق ہے حالانکہ وہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سال اور چار ماہ خلافت پر رہے اور وہ اس اُمت کے پہلے قطب ہیں اور اسی طرح عمرؓ و عثمانؓ وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جو ان چاروں کے بعد ظہور مہدی تک ہوگا اور امام مہدی خلفاء میں سے آخری قطب ہے۔

روح المعانی صفحہ ۲۲ پر فرمایا:

ولابد فی نیابة الاقطاب لعدہ عنه صلی اللہ علیہ وسلم کما نابت عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء قبله فھو علیہ السلام الکامل المکمل للخلیقة وکل من تقدمه عصر من الانبیاء وتأخر عنه من الاقطاب والاولیاء نواب عنه ومستمدون منه۔

"اور ضروری ہے قطبوں کی نیابت بعد رسول خدا کے اس رسولِ خدا کی جیسا کہ تمام انبیائے سابقہ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے چونکہ رسول خدا تمام مخلوق کے لئے کامل و اکمل واسطہ مابین اللہ و مخلوق کے فیضان کے حصول کے ہیں حقیقةً اور تمام انبیاء سابقہ زمانہ کے اور تمام اقطاب و اولیائے مابعد کے سارے کے سارے رسولِ خدا کے نائب ہیں اور حضور انور ہی سے یہ امداد حاصل کرتے تھے اور ہیں۔"

اور ان تمام مناصب والوں کا وجود مثلاً اوتاد نجباء، نقباء، ابدال، قطب، یعنی قطب ابدال، قطب مدار، قطب ارشاد، قطب الاقطاب، غوث قیوم، افراد، قطب وحدت وغیرہ اُمتِ محمدیہ کے خصوصیات سے ہے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ ج ۱ صفحہ ۲۴۰ - ۱۸۲ میں لکھا ہے:-

"ازخصائص امتِ محمدیہ وجود اقطاب و اوتاد و نجباء و نقباء و ابدال است و درنا شیاں در حدیث مرفوع از انس رضی اللہ عنہ آمدہ است"

"قطب، اوتاد، نجباء، نقباء اور ابدال کا ہونا اس اُمت کے خصوصیات میں سے ہے"

صاحب روح المعانی نے (ض ۲/۲۱) پر رائے یوں ظاہر کی:-

والذی یغلب علی ظنی ان القطب قد یکون من غیرھم لکن قطب الاقطاب لا یکون الا منھم۔

"میرا ظن غالب یہ ہے کہ قطب اہلبیت کے بغیر بھی ہوتا ہے مگر غوث ان میں سے ہوتا ہے"

فائدہ: میر سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی کا اپنا ظن ہے یقین نہیں کہ غوث اہلبیت سے ہوتا ہے حالانکہ غوث دوسروں سے بھی ہوئے ہیں اور پائے گئے ہیں۔ صاحب روح المعانی نے قطب الاقطاب کو غوث لکھا ہے جبکہ قطب چار ہیں ان میں سے قطب الاقطاب بھی ہے (۱) قطب ابدال۔ (۲) قطب مدار (۳) قطب ارشاد (۴) قطب الاقطاب۔ قطب الاقطاب غوث سے نیچے کا درجہ ہے اسے غوث کا وزیر سمجھ لو ان تمام کا تعلق صوفیہ کے علم سے ہے اور اس کی پوری حقیقت بغیر کشف صحیح کے واضح نہیں ہوسکتی یہ مسئلہ دلائل ظاہری سے حل نہیں ہوتا اگر کوئی شخص کوشش کرے گا تو لقیناً یہ مسئلہ اس پر پیچ در پیچ ہوتا چلا جائے گا۔

لباس فہم بر بالائے او تنگ
سمند رہم در صحرائے او لنگ
نہ چندی گنجد آنجا و نہ چونی
فرو بند لب از کم وز فزونی
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

وذکر شیخ الاسلام والمسلمین وامام الفقھاء والعارفین ابو یحیی زکریا الانصاری فی رسالۃ المشتملۃ علی تعریف غالب الفاظ الصوفیۃ القطب ویقال لہ الغوث وھو الواحد الذی ھو محل نظر اللہ تعالی من العالم فی کل زمان ای نظراً خاصا یترتب علیہ افاضتہ الفیض واستفاضتہ فھو الواسطۃ فی ذلک بین اللہ وبین عبادہ فیقسم الفیض المعنوی علی اھل بلاد لحسب تقدیرہ ومرادہ ثم قال الاوتاد اربعۃ منازلھم علی منازل الارکان من العالم شرق وغرب وجنوب وشمال مقام کل منھم مقام تلک الجھۃ قلت

فہم الاقطاب فیاخذون الفیض من قطب
الاقطاب المسمی بالغوث الاعظم فہم
بمنزلۃ الوزراء تحت حکیم الوزیر الاعظم
فاذا مات القطب الاعظم ابدل من ہذہ
الاربعۃ احدیدلہ غالبا۔

"شیخ الاسلام والمسلمین امام الفقہاء والعارفین
ابویحییٰ زکریا انصاریؒ نے ایک رسالہ جو صوفیہ
کے غالب علی تعریف الفاظ اصطلاحات
پر مشتمل ہے فرمایا قطب جس کو غوث کہا جاتا ہے
وہ ایک محل نظر رحمت باری تعالےٰ کا ہے جہان
میں، ہر زمانہ میں نظر خاص جس پر افاضہ و
استفاضہ مرتب ہوتا ہے پس وہ غوث واسطہ ہے
درمیان خدائے تعالےٰ اور مخلوق کے اس فیض کے
حصول کا پس تقسیم فیض معنوی کی شہر والوں پر
ہوتی ہے حسب تقدیر باری اور اس داد کے
یعنی حکم کے مطابق۔ پھر فرمایا اوتاد چار ہیں
ان کا مقام بمنزلہ ارکان جہان کے ہیں جیسا
مشرق مغرب، جنوب، شمال، ان کا مقام ہر
ایک اس جہت کی طرح ہے، میں کہتا ہوں
یہ چار قطب ہیں یہ غوث سے فیض لیتے ہیں
غوث بمنزلہ وزیر اعظم کے ہے۔ چار قطب بمنزلہ
وزیر کے ہیں اور وزیر اعظم کے تابع ہیں جب
غوث مرجائے تو اس کے بعد ان چاروں میں
سے کسی ایک کو لایا جاتا ہے۔

ثم قال الابدال قوم صالحون لاتخلوا الدنیا
منہم اذا مات واحد منہم ابدل اللہ مکانہ
اخر ثم قال النقباء ہم الذین استخرجوا
خبایا النفوس وہم ثلاث مائۃ ثم قال
النجباء وہم ثلاث مائۃ ثم قال النجباء وہم
مشتغلون تحمل الاثقال الخلق واربعون
وقد اخرج ابن عساکر عن ابن مسعود مرفوعا
ان للہ ثلاث ثمائۃ نفس قلوبہم علی قلب
آدم علیہ السلام ولہ اربعون قلوبہم علی
قلب موسیٰ علیہ السلام ولہ سبعۃ قلوبہم
علی قلب ابراھیم علیہ السلام ولہ خمسۃ
قلوبہم علی قلب جبرائیل علیہ السلام ولہ
ثلاثۃ قلوبہم علی قلب میکائیل علیہ السلام
ولہ واحد قلبہ علی قلب اسرافیل علیہ السلام
کلمات الواحد ابدل اللہ مکانہ من الخمسۃ
وکلما ت من الخمسۃ ابدال اللہ مکانہ من
السبعۃ ابدل اللہ مکانہ من الاربعین وکلما
واحد من الاربعین ابدل اللہ مکانہ من
الثلاثۃ مائۃ وکلما مات من الثلاثۃ مائۃ
ابدل اللہ مکانہ من العامۃ، بہم یدفع اللہ
البلاء عن ہذہ الامۃ وارجوا من اللہ تعالیٰ
وحسن فضلہ وکرمہ وعموم جوادہ انہ اذا وقع

محلولاً من هذه المناصب العلية ان يجعلني منصوبا على طريق البدلية ولمومن مرتبة العامة امي او في مرتبة الخاصة ويتم على هذه النعمة مع الزيادة الى حسن الخاتمة آمين ثم آمین۔

"پھر فرمایا، ابدال صالحین کی ایک قوم ہے جن سے دنیا کبھی خالی نہیں ہوتی، ان میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کی جگہ لایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا نقباء وہ جماعت ہے جنھیں نفسوں کی بدی سے نکال لیا گیا ہے اور وہ تین سو ہیں۔ پھر فرمایا نجباء ہیں اور وہ مخلوق کے بوجھ اُٹھاتے ہیں اور وہ چالیس ہیں فرمایا ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی کہ تین صد وہ ولی اللہ ہیں جن کے دل حضرت موسیٰؑ کے دل پر ہیں اور سات وہ ہیں جن کے دل حضرت ابراہیمؑ کے دل پر ہیں اور پانچ وہ ہیں جن کے دل حضرت جبرئیلؑ کے دل پر ہیں اور ایک ہے جس کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل پر ہے — جب واحد فوت ہوگا تو ان تین سے اُس کی جگہ لایا جائے گا، ان سے فوت ہوگا تو پانچ سے فوت ہوا تو سات سے بدل دیا جائے گا۔ سات سے فوت ہوا تو چالیس سے فوت ہوا تو ان تین صد سے بدل دیا جائے گا اور ان تین صد سے جب فوت ہوگا تو عام مسلمانوں سے اس کی جگہ بدل دیا جائے گا۔ یہ وہ جماعت ہے جن کے وجود سے خدا تعالیٰ اُمت محمدیہ کے آفات و مصائب اور بلیات دُور اور دفع فرماتے ہیں۔ اور میں خدائے تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اُس کے اچھے فضل و کرم اور عمدہ سخاوت سے جب یہ مناصب الیہ اپنی جگہ واقع ہوں گے تو مجھے بھی کردے اور منصب بدلیت کے، دیگر حصہ سے عامہ کے تا مرتبہ خاصوں تک اور مجھ پر پورا کرے اس نعمت کو مع زیادتی حسن خاتمہ کے آمین ثم آمین"

فائدہ: یہی مضمون رسالہ شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ کا مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۷۰ جزو ا طبع لاہور ملتان پر بھی موجود ہے

اور ابراہیم اللقانی نے شرح منظومۃ الکبیر میں جس کا نام عمدۃ المرید لجواہر التوحید ہے علامہ ابن تلمسانی نے حواشی شفا فی حقوق المصطفیٰؐ میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں علامہ کتانی سے نقل کیا ہے کہ نقباء تین صد ہیں اور نجباء ستر ہیں۔

النقباء ثلاثمائة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون والاخيار سبعة والعمدة ويقال لهم

اوتادا ایضاً اربعۃ والغوث واحد۔

"نقباء تین صد ہیں اور نجباء ستر، ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ اخیار سات ہوتے ہیں اور عمدہ جن کو اوتاد بھی کہتے ہیں یہ چار ہوتے ہیں اور غوث ایک ہوتا ہے"

اور علامہ ابوبکر نے حضرت خضرؑ سے ذکر کیا:

قال اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قبض بکت الارض فقالت الٰھی وسیدی بقیت لایمشی علی نبیٌ الی یوم القیامۃ فاوحی اللہ الیھا اجعل علی ظھرک من ھذہ الامۃ من قلوبھم علی قلوب الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لا اخلیک منھم الی یوم القیامۃ

"حضرت خضرؑ نے فرمایا جان لو کہ بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین روئی اور عرض کیا میرے مالک میرے آقا اب قیامت میرے اوپر کوئی رسول، نبی نہ چلے گا اور میں باقی رہ گئی۔ تو خدا تعالےٰ نے زمین کی طرف الہام کیا کہ تیری پشت پر اس اُمت سے وہ ولی اللہ پیدا کروں گا جن کے دل انبیاء کے دلوں پر ہوں گے۔ اور اُن سے میں تمہیں کسی وقت بھی خالی نہ چھوڑوں گا۔"

اس واقعہ کو نقل کیا ہے ملا علی القاری نے شرح شفاء میں اور علاّمہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں۔ حافظ سیوطی اور علامہ مناوی نے اور شہاب اور منینی نے شرح منظومہ میں اور ملاّ علی القاری نے الہدی الحدنی فی اویس القرنیؓ میں اور علاّمہ شامی نے رسائل شامی میں اور سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اور علامہ ابن حجر مکّی نے فتاویٰ الحدیثیہ میں ذکر کیا ہے۔

تمام محقّقین صوفیہ کا اتفاق ہے کہ تصوّف و سلوک کے حصول کیلئے صرف دو قدموں کی ضرورت ہے۔

اوّل: انقطاع عن الخلق

دوم: وصول الی الحق

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تفسیر سورۂ فاتحہ، الحمد للہ رب العالمین سے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک)

اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے جس قدر آسمانی کتابیں انبیاء علیہم السلام پہ نازل ہوئیں اُن تمام کتب و صحائف کا خلاصہ مضمون، تورات، انجیل اور زبور میں آگیا ہے اور ان تینوں کا خلاصہ قرآن کریم میں آگیا ہے جو تمام سابقہ کتب وصحائف منزل من اللہ کا مہیمن ہے اور پورے قرآن کے خلاصہ سورۂ بقرہ میں ہے اسی بنا پر علماء اُمت کا یہ معمول رہا ہے کہ تفسیر بیضاوی سورۃ بقرہ تک سبقاً پڑھاتے چلے آئے ہیں کہ سورۃ بقرہ کو اگر کامل اُستاذ پڑھانے والا ہو تو قرآن مجید کے جملہ مطالب کو حل کر دیگا سورۂ بقرہ کا خلاصہ مفہوم سورۂ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور آیۂ مبارکہ بسم اللہ کا خلاصہ صرف لفظ بسم اللہ کی "با" میں آجاتا ہے چونکہ لفظ "با" تلبس کے لئے ہے، نحویوں کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے خدا سے تعلق پکڑنا، خدا تعالےٰ سے جُڑ جانا، چپکل لگانا، خدا والا بن جانا، معلوم ہُوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور آسمانی کتب کے نزول کا اہم فالاہم مقصد یہی ہے کہ غیر اللہ سے انقطاع اور وصول الی الحق ہو، یعنی غیروں سے منقطع ہو کر خدا سے وابستہ ہو جاؤ۔

تمام محققین صوفیہ کا اتفاق ہے کہ تصوف و سلوک کے حصول کے لئے صرف دو قدموں کی ضرورت ہے:

اول: انقطاع عن الخلق

دوم: وصول الی الحق

ہاں مبتدی کے لئے بھی چار باتیں ضروری ہیں جیسا کہ سورۃ مزمل میں مذکور ہیں اور مبتدی و منتہی دونوں کے احکامات کو شامل ہیں فرمایا:

یا ایھا المزمل قم اللیل (۲) ورتل القرآن ترتیلا (۳) واذکر اسم ربک یعنی ذکر اسم الذات (۴) لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا۔

یا ایھا المزمل قم اللیل میں رات کے تخلیہ کا بیان ہے یعنی اذکار کے لئے تخلیہ ضروری ہے، لفظ مزمل سے چادر لپیٹ لینے کی جانب اشارہ ہے اگر روشنی وغیرہ انتشار خیالات کا سبب ہو تو، چونکہ یکسوئی کے لئے آنکھوں کا بند کرنا ضروری ہے ہر چند کہ رات کو روشنی تو نہیں تاہم خیالات کو اِدھر اُدھر سے بھٹکنے سے روکنے کے لئے اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے چادر کا لپیٹ لینا آنکھوں کا بند کرنا زبان کا بند کرنا ضروری ہے، کان آنکھ اور زبان کی وہ

وہ نالیاں ہیں جو گندے پانی یعنی خیالات فاسدہ اور پریشان
باتوں کو صاف دودھ کے حوض یعنی دل میں جا داخل کرتی
ہیں۔

> صوفی کامل اس کے دل کے
> حوض میں ذکرِ الٰہی کی مشین لگا
> اس حوض کی زمین سے صاف
> شفاف پانی نکالنا چاہتا ہے،

جو انوار و تجلیات ہیں جن کو صوفیہ کرام مشاہدات کہتے
ہیں اسی کو کشف کہا جاتا ہے۔ اور کشف و مشاہدہ ذکر
الٰہی اور اعمالِ صالحہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یہ ایک اتفاقی مسئلہ
ہے کہ کشف و الہام اور کرامات صالحہ اور ذکر الٰہی کا ثمرہ
اور نتیجہ ہیں ذکر قلبی اعمال قلب میں سے ہے۔

اگر کوئی شخص کشف، الہام، کرامات کا انکار
کرتا ہے تو وہ صرف ان کا ہی انکار نہیں کرتا بلکہ اُمت
محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس
پر اُس نے سنگین حملہ کیا، گویا وہ کہہ رہا ہے کہ اُمت
محمدیہ میں کوئی صالح، نیک، متقی، اعمال صالحہ والا
آدمی ہی نہیں ہے (العیاذ باللہ) سب بد اعمالوں کی
بھیڑ ہے۔

دوم: رات کو اُٹھ کر نفل تہجد کا پڑھنا جیسا
کہ قُمِ اللَّیل سے واضح ہے سوم واذکر اسم ربک ذکر
اسمِ ذات یعنی اللہ اللہ چہارم نفی اثبات جیسا کہ لا الٰہ الا ھو
سے واضح ہے، ذکر لسانی ممد و معاون ہے ذکر قلبی کا اور
یہ وسیلہ اور ذریعہ ہے ذکر قلبی باطنی (روحانی) کا۔ البتہ مذکورہ
اعمال کا عامل مُتبدی یعنی متبدی صوفی ہے۔

اور منتہی صوفی کا ذکر وَتبتل الیہ تبتیلا اور
واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلا میں
ہے۔ چونکہ مُبتدی کو اکثر صوفیہ کرام ذکر لسانی ہی بتایا کرتے
ہیں جیسا کہ سلسلہ چشتیہ کے حضرات اور منتہی واصل
باللہ کا ذکر آیت مذکورہ کے ان تین جملوں میں ہے
اسی میں دو مزید حکم بیان فرمائے یعنی یہ کہ جو خدشہ
دل میں اضطراب پیدا کرتا تھا کہ تبتیل تو تمام کنبہ برادری
سے کلی طور پر بائیکاٹ ہو جائے گا پھر انسانی گذر اوقات
کس طرح ہوگی۔ تلاشِ معاش، دکھ، بیماریاں حوادث
اور مصائب کبھی آتے ہیں تو اوّل خود جواب دیا رَبُّ المشرق
والمغرب زمین آسمان میرے ہیں اور مخلوق میری ہے
فاتخذہ وکیلا کارساز صرف مجھے ہی سمجھو، یہ مذکورہ
چیزیں میری مخلوق ہیں جب آپ ان سے تعلق ظاہری
توڑ دیں گے تو میں خود تم کو سنبھال لوں گا انہی کو تمہارا
خادم بنا دوں گا، تم بس میرے ہو جاؤ۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تبتّل کا معنی مفسرین کرام نے خلوص کیا ہے
اور صوفیہ کرام نے تصوّف نام ہے خلوص کا رکھا ہے۔

تعریف خلوص: ھو تجدید قصد التقرب الی اللہ تعالیٰ بالطاعۃ عن نفع الدنیا۔

" قربِ الٰہی اور تقرب الی اللہ کو دنیا کے نفع و غرض سے بالکل پاک رکھنا"

مگر صوفیہ محققین کے نزدیک تبتّل سے مراد تبتل روحانی و قلبی ہے نہ کہ جسمانی و بدنی

کن فی الظاھر جسمانیاً وفی الباطن روحانیاً

" ظاہر جسمانی بدنی، اور ظاہری تعلق مخلوق سے ہو، بال بچہ، زمین، جائداد، یار دوست، دکان مکان تجارت وغیرہ سے یہ تعلق حفاظت کا ہو عبادت کا نہ ہو، تعلق صرف ربِّ کریم سے ہو

> اللہ والوں کو دنیا کی کوئی چیز ذکرِ الٰہی، نماز اور عبادات سے مانع نہیں ہے

جیسا کہ قرآن کریم رجال اللہ کی تعریف میں فرماتا ہے

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ

" رجال اللہ (مردان خدا) کو کوئی تجارت بیع شراء ذکرِ الٰہی سے، قیام نماز سے اور زکوٰۃ دینے سے مانع نہیں۔"

یعنی جن کو دنیا خدا سے دور کر دیتی ہے وہ مرد نہیں، مردانِ خدا پر دنیا کا جادو نہیں چلتا۔ آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا وہ چیز ہے جو خدا سے ذکرِ خدا سے، قیام نماز و ادائے زکوٰۃ وغیرہ سے مانع ہو، روک دے، وہ دنیا ہے نہ مال وغیرہ، جو چیز ذکر خدا سے مانع ہو وہ دنیا ہے مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

چیست دنیا و لباسِ دنیوی
از خدا غافل شدن اے مولوی
چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے لباس و نقرہ و فرزند و زن

" دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا، لباس بیوی بچے، مال و دولت دنیا نہیں اگر خدا سے غافل نہ کرے۔ اکبر الٰہ آبادی بھی فرماتے ہیں ؎

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دوسرے حکم میں فرمایا کہ تمہیں رہنا تو لوگوں میں ہی ہے اس لئے خلوت اختیار کرنا چاہیے کیونکہ عوام الناس تو اہل اللہ کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں تجربہ شاہد ہے کہ ذکرِ خدا سے عموماً لوگ دشمن ہو ہی جاتے ہیں دنیا میں انبیاء علیہم السلام سے بھی اور اولیاء اللہ سے بھی یہی سلوک ہوا ہے تو فرمایا واصبر علی ما یقولون ان میں رہنا ہے تو ان کی ایذا پر صبر کریں ؎

بیا ہمچناں زندگانی کنیم
جفا بینیم و مہربانی کنیم

آؤ اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ مخلوق سے ایذا سنیں اور ظلم دیکھیں مگر ان پر مہربانی کریں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علیٰ اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علیٰ اذاھم۔

" فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ وہ مومن اچھا ہے جو لوگوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور ان کے ایذا پر صبر کرتا ہے اُس سے جو نہ اُن میں سکونت رکھنا چاہتا ہے اور نہ اُن کے ایذا پر صبر کرنا چاہتا ہے "

آگے فرمایا اگر ان سے الگ ہو کر خلوت میں زندگی بسر کرنا چاہو تو واھجرھم ھجرا جمیلا پھر ان کو اچھے طریقے سے چھوڑ دو، بُرا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔ خدا سے تعلق قائم کر کے مخلوق سے تعلق توڑ دو اچھے طریقے سے، یہ درجہ منتہی کا ہے اس میں درجہ تفویض کی طرف اشارہ ہے فاتخذہ وکیلا یہی ثابت ہوتا ہے اور تبتل اور واھجرھم سے درجہ افراد کا ثابت ہوتا ہے قطب ترقی کر کے غوث بنتا ہے غوث ترقی کر کے فرد بنتا ہے فرد ترقی کر کے قطب وحدت بنتا ہے، یہ مراتب آیت کے ان ٹکڑوں سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہی مرتبہ انتہائی بسم اللہ کی باء سے ظاہر ہوتا ہے اور قرآن مجید کی اکثر آیات اس پر دال ہیں مگر سمجھ اپنی اپنی ہے اسی سے منزل فنا و بقا ثابت ہوتی ہے جبکہ مخلوق سے فانی ہوا اس سے کٹ گیا بدن کو ختم کیا (یعنی خواہشاتِ نفسانی کو رضائے باری پر قربان کر دینا) یہ ہے منزل فنا فی اللہ کی اور جب اس سے جڑ گیا اس سے تعلق کلی قائم کر لیا تو یہ ہے منزل بقا و باللہ کی۔

قرآن کریم کی آیات سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ خلوت و تخلیہ کو اختیار کرنا جائز ہے مگر افضلیت اس میں ہے کہ آدمی لوگوں میں رہے اور ان کی خدمت دینی کرے اُن کے ایذا پر صبر سے کام لیوے، نقل ہے کہ کوئی بادشاہ کسی ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ترک تخت شاہی چاہتا ہوں کہ علیحدہ ہو کر خدا کو یاد کروں اور دنیا کے یہ جھنجھٹ چھوڑ دوں، تو اُس عارف باللہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں بلکہ تخت شاہی پر رہ کر کام کرو

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
تو بر تخت سُلطانی خویش باش
با خلاق پاکیزہ درویش باش
بصدق ارادت میاں بستہ دار
ز طامات دعویٰ زباں بستہ دار
قدم باید اندر طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دم بے قدم

"تصوف اور فقیری سوائے خدمتِ خلق کے اور کچھ نہیں ہے۔ صرف تسبیح پڑھنے، مصلّی اور گودڑی میں نہیں ہے۔ تم اپنے تختِ شاہی پر رہ کر اخلاق پاکیزہ رکھ کر درویش بنو۔ سچے ارادہ سے کمربستہ ہو اور زبانی دعووں سے زبان کو بند رکھو کہ فقیری میں فقیر کو راسخ القدم ہونا ضروری ہے نہ کہ دم مارنا۔ بغیر راسخ القدم ہونے کے زبانی دعویٰ کرنا اصلیت نہیں رکھتا۔

رہا توکل اور ترکِ اسباب کا مسئلہ۔ تو اسباب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل کا ترک کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ دوم کا ترک کرنا یا نہ کرنا حالات پر موقوف ہوگا حالات اجازت دیں تو ترکِ اولیٰ ہوگا اگر حالات اجازت نہ دیں تو ترک اسباب ناجائز ہوگا۔ سوم۔ اسباب کا ترک اولیٰ ہوگا اوّل وہ ہیں جیسے پانی، روٹی وغیرہ کہ بھوک پیاس بجھانے کا ذریعہ ہیں یعنی (اسبابِ ضروریہ) دوم جیسے طبّی علاج معالجہ کرنا سوم۔ جیسے سنگی لگانا، ڈم لگانا، خون نکالنا وغیرہ۔ اوّل سبب قطعی و یقینی ہے جس کا ترک ناجائز ہے دوم ظنی ہے جس کو حالات پر چھوڑا جاتا ہے۔ سوم وہمی ہے۔

چونکہ عادتِ خداوندی جاری ہے کہ اسباب سے مسببات مربوط ہوتے ہیں سبب پایا گیا تو مسبب پایا جائے گا بعد سبب مسبب مترتب ہوتا ہے اصل توکل یہ ہے کہ سبب پر نگاہ نہ ہو، کامل وہ ہے جو سبب پر نگاہ نہ رکھے مسبب پر نگاہ رکھے اور یہ امر ظاہر و باہر ہے خلوت میں عبادت کرنا باوجود کامل و اکمل ہونے کے عبادت قاصرہ میں داخل ہے اور لوگوں میں سکونت پذیر ہو کر ان کو فائدہ پہنچانا یہ عبادت متعدی ہے۔

تصوّف اور فقیری سوائے خدمتِ خلق کے اور کچھ نہیں ہے!

سوال: جب قرآن مجید میں صاف اعلان فرمایا کہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان "میرے بندوں پر ابلیس کو کوئی تسلّط نہیں ہے" تو پھر اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کیوں پڑھی جاتی ہے؟ خاص کر صلحاء اُمت کو اس کی کیا ضرورت ہے؟

الجواب: دو وجہ سے پڑھی جاتی ہے اوّل یہ کہ حکم خداوندی ہے اس کی تعمیل اطاعت ہے اور اس پر اجر و ثواب ملتا ہے۔

کسی ولی اللہ نے ابلیس کو دیکھا تو اعوذ باللہ پڑھی۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے ڈر سے اعوذ باللہ نہیں پڑھ رہا ہوں بلکہ حکم خداوندی سے پڑھ رہا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صوفی صافی کا دل غیر اللہ سے خالی ہو جاتا ہے۔

ملجاء و ماوی صرف خدا ہی ہے

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم

تک توحید باری تعالیٰ کا بیان ہے اور مالک یوم الدین میں قیامت کا ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم تک ہر قسم کے احکام بیان ہوئے اور انعمت علیھم میں رسالت و خلافت نبوت بیان ہوئی اور منعم علیہم بیان ہوئے جو چار طبقہ ہیں ان چاروں میں اول سرفہرست حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور احکام خداوندی کے ماننے والے گروہ کا ذکر ہے اور غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تک احکام الٰہی کو نہ ماننے والے دو گروہوں کا ذکر فرمایا۔

اس سورت میں اولین آیات میں اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ صفات بیان فرمائے گئے ہیں (۱) ربوبیت (۲) الوہیت (۳) رحمانیت (۴) رحیمیت (۵) مالکیت اور اس کے بعد بندے کے صفات کا ذکر ہے۔

(۱) عبادت (۲) عبدیت (۳) طلب استقامت (۴) طلب ہدایت (۵) طلب نعمت۔

فرمایا: انسان اگر میری ذات کو معظم جان کر میری تعریف کرے تو میری ذات بہت بڑی ذات ہے میں اللہ ہوں! جیسا کہ الحمد للہ سے ظاہر ہے۔

۲۔ اگر انسان میری صفت اور مدح و ثنا بوجہ احسان کے کریں تو میں ہی تمام مخلوق کا محسن و مربی ہوں جیسا کہ رب العالمین سے ظاہر ہے۔

۳۔ اور اگر میری مدح و ثنا بوجہ خوف کے کریں تو میں مالک یوم الدین ہوں۔

مدح و ثنائے باری کے مضمون کے بعد آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین میں انسان کی خدمت و طاعت اور عبدیت کا اظہار ہے چونکہ عبادت مع سعادت وہ ہے کہ جس سے دل میں انوار پیدا ہو کر دل کو روشن و منور کر دیں اور یہ بغیر استعانت و امداد و توفیق کے مشکل ہے اس وجہ سے انسان کو تعلیم فرمائی کہ ہر عبادت و عمل میں مجھ سے امداد و استعانت طلب کیا کرے۔

جب عارف ان عبادات مع سعادت سے ترقی کر کے آگے قدم رکھتا ہے اور باب مشاہدات و مکاشفات کھل جاتا ہے (جس کا کھلنا بغیر توفیق باری کے مشکل تھا) اس بنا پر اول خدا سے طلب استعانت کی اور آگے بیان فرمایا۔

"کہ حصول مشاہدات و مکاشفات بغیر شیخ کامل و اکمل سے وابستہ ہوئے محال ہے ان مشاہدات کے حصول کے لئے طلب شیخ کامل اشد ضروری ہے چونکہ یہ راستہ پرخطر ہے اس میں بڑے بڑے سخت مقام آتے ہیں یہاں مسافر (سالک) کو شیخ کامل

کا دامن تھام کر بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنا پڑتا ہے مگر یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس راہ میں جس کو اپنا ہادی و رہبر سمجھ کر اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہوں یہ خود بھی اس راہ واقف ہے یا نہیں، صرف زبانی جمع خرچ اور لفاظی ہی تو نہیں، یا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر ایک بورڈ لگا رکھا ہے۔

چونکہ اس سفر میں رفیق سفر اور راہبر کی ضرورت ہے طالب کی مثال ایک ایسے مسافر کی ہے جو راہ کے پیچ و خم سے واقف نہیں، یہاں زندگی کے ماہ و سال فرسنگ و میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر سانس ایک قدم کی صورت ہے عبادت اس میں چلنا ہے اور مقصود حصول رضائے الٰہی اور واصل باللہ ہونا ہے اور بتایا کہ راہِ حقیقت کی تلاش میں کہ مقصد اوّل شیخ کامل کی جستجو ہے جب اس کے لئے چاہو تو اوّل دعا طلب کرو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ کیونکہ سفر میں کئی راستے نظر آتے ہیں جہاں منعم علیہم کا راستہ ہے وہاں مغضوب علیہم اور ضالین کی بھی راہیں ہیں اور یہ بڑا پر خطر مقام ہے کہ انسان کہیں بھٹک کر گمراہ نہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ کسی غلطی سے غلط راہ پہ اختیار کر لیا اور اس سے محبت پختہ ہو گئی اور مجلس و صحبت کے رسوخ کے بعد جدا ہونا مشکل ہو جاتا ہے اس کی صحبت کا اثر ہو گا

> بہت سے ابلیس رو آدم یعنی انسانی شکل میں پھرتے ہیں لہٰذا ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست
زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر
تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
کارِ مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

"بہت سے ابلیس آدم رو یعنی انسانی شکل میں پھرتے ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا جائے چونکہ شکاری ہمیشہ شکار پکڑنے کے لئے سیٹی بجاتا ہے تاکہ وہ مکار اور فریبی پرندوں کو فریب دے کر پکڑے عارف مردوں کا کام ہے روشنی اور گرمی پیدا کرنا اور کمینوں کا کام ہے حیلہ و مکر و فریب اور بے شرمی سے انسانوں کو اپنے پھندے میں جکڑ لینا ہے

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

روشنی سے مراد علم ظاہری ہے اور گرمی سے مراد علم باطنی ہے

اس وجہ سے سالک عارف طالب کو بتایا کہ طلب ہدایت کے لئے دعا کرے کہ ہادی راہبر کامل اکمل مل جائے یہی ارشاد ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم میں، پھر فرمایا کہ مغضوب و ضالین گمراہوں کی راہ سے بچنے کی دعا کرے اور یہ عرض کرے یا خدایا منعم علیہم کی راہ دکھائیے۔

منعم علیہم صرف چار طبقہ ہیں ۱۔ سرفہرست

انبیاء علیہم السلام ہیں، دوم صدیق سوم شہداء اور چہارم صالحین ہیں ان کی صحبت کیمیائے سعادت ہے، جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم راسخ ہوئی تو دنیا میں، غار میں، مزار میں، قیامت میں، جنت میں وہی رفاقت رہی، سگِ اصحاب کہف کو صحبت صالحین نصیب ہوئی تو انسانی درجہ پایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے حضرت یعقوب کو بینا کر دیا جبکہ آنکھوں سے روشنی جا چکی تھی۔ یہ ہے صحبت و مجلس کا اثر، حضرت سعدیؒ نے خوب فرمایا ہے

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

"ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے ایک خوشبودار مٹی مجھ کو ملی میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلآویز خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز ایک معمولی شئی ہوں، مگر چند دن میری صحبت پھولوں سے رہی ہے میرے مجلس وہم صحبت کی خوشبو نے مجھ ایسی ناچیز مٹی میں اُتر گیا، ویسے تو میں وہی خاک ہوں جیسی پہلے تھی"

اسی طرح شیخ کامل کی صحبت کا اثر بھی آپ پر ہوگا، آپ کے دل کی بیٹری چارج ہو جائے گی آہستہ آہستہ شیخ کے پاور ہاؤس سے بجلی کی روشنی پیدا ہوگی یعنی آپ کے دل کی دنیا جگمگا اُٹھے گی۔

صوفیہ عارفین کے نزدیک

سب سے بڑا محبوب

ذاتِ باری تعالیٰ ہے

اور موصل الی المحبوب شیخ ہے اسی وجہ سے شیخ سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ یعنی شیخ جب موصل الی المحبوب ہے تو یہ بھی محبوب بن جاتا ہے بوجہ ایصال الی المطلوب والمحبوب کے، چونکہ یہ چار طبقہ انبیاء، صدیق و شہداء اور صلحاء، موصل الی المحبوب ہیں اس لئے یہ بھی محبوب ہیں ان کی محبت و اتباع کے بغیر نہ رب ملتا ہے نہ کشف و مشاہدہ حاصل ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کی مخالفت کی جائے اور ان پر طعن کیا جائے ان کی مخالفت اور ان پر طعن موصل الی المغضوب علیہم اور ضالین ہے معلوم ہوا ہے کہ ان کی مخالفت ان کی راہ کو ترک کرنا، صاف صاف گمراہی اور غضب الٰہی کا مستحق بننا ہے اس سے صوفیہ کرام نے استنباط فرمایا کہ اولیاء اللہ کی دشمنی سوء خاتمہ کا

خطرہ پیدا کر دیتی ہے (العیاذ باللہ)

صراط الذین انعمت علیہم بدل ہے اھدنا الصراط المستقیم سے اور اس میں اشارہ ہے کہ صراط مستقیم بغیر اتباع ان چار طبقوں کے محال ہے۔ محض کتابوں کی ورق گردانی یا کتب بینی سے اس کا حصول محال ہے۔ جب تک منعم علیہم کی جوتیوں میں جاکر نہ بیٹھے اور ان کے جوتے نہ سیدھے کرے اس نعمت سے ترتب محال ہے۔

مالک یوم الدین میں اشارہ ہے مقام و نزول اور مراقبہ فنا کی طرف چونکہ سالک سلوک طے کرنا شروع کرتا ہے تو نفس امارہ کی شہوات و خواہشات اور تعلق غیر پر موت آجاتی ہے اس میں سالک اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنا نفس آپ کے سپرد کر دیا اور ہمہ تن اپنے رب کی طرف متوجہ ہوگیا اور کہا ایاک نعبد سے یہ ہے مقام بقاء باللہ کا جس کو عام طور پر صوفیہ کی اصطلاح میں انتہائے سلوک کہا جاتا ہے اس کے مراتب و مقام مشاہدات و مکاشفات کا شروع ہوتا ہے جیسا کہ اھدنا الصراط المستقیم سے ظاہر ہے ہدایت کے معنی ہیں راہ نمودن یعنی راہ دکھانا اور حصول ہدایت کے لئے دو ہی طریقے ہیں (۱) دلائل ظاہر جن کو لے کر انسان باطن کی طرف چلتا ہے چونکہ ظاہری دلائل اور اعمال ظاہر حصول باطن کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس میں مدد و معاون ہیں جیسا بدنی و جسمانی ظاہری اعمال روح کی غذا بنتے ہیں سب سے اچھا اعمالی بدن وہ ہے جو ظاہری اعمال و عبادات سے روح کا معاون ہو، چونکہ انسان کامل وہ ہے جو اول درستی عقیدہ کی کرے پھر اعمال صالحہ میں مشغول ہو جائے تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے لکھا ہے (ص ۹۲۱ ج ۱)

لما قال اھدنا الصراط المستقیم لم تقف علیہ بل قال صراط الذین انعمت علیہم و ھذا یدل علی ان المرید لا سبیل له الی الوصول الی مقامات الھدایۃ والمکاشفات الا اذا اقتدا بشیخ یھدیه الی سواء السبیل و یجنبه عن مواقع الاغالیط والاضالیل۔

— اور جب باری تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم فرمایا تو اس پر موقوف نہیں فرمایا بلکہ فرمایا صراط الذین انعمت علیہم اور یہ بھی دلالت کرتا ہے اس حکم پر کہ مرید و سالک کے لئے کوئی راستہ نہیں وصول کا اور مشاہدات و مکاشفات کے لئے بغیر اقتداء و اتباع شیخ کامل کے

> "چونکہ شیخ کامل ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور گمراہی اور غلطیوں کے مواقع سے مرید کو بچاتا ہے"

اھدنا الصراط المستقیم میں سالک نے خدائے تعالیٰ سے

دعاء طلب کی کہ بار خدایا مجھ کو منعم علیہم کے مراتب و درجات مشاہدہ و مکاشفہ کرائیں اور مغضوب علیہم اور ضالین کے درکات دکھائیں۔ منعم علیہم کے عند اللہ مراتب شان اور مغضوب علیہم اور ضالین کے درکات امور برزخیہ سے ہیں اور احکام برزخیہ اسرار الٰہی و رموزاتِ خداوندی سے ہیں لہذا یہ تمام کشف الٰہی میں داخل ہوئے یہ کشف کونی میں، جس کسی نے کشف قبور کو کشفِ کونی میں داخل کیا ہے سخت ٹھوکر کھائی ہے

تفسیر روح المعانی ج ۵ ص۲۶ محدث جلیل حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیفِ لطیف مشکلات القرآن ص۲۰ اور رسائل شامی میں حضرت خالدؒ نقشبندی کے حال میں لکھا ہے:

"ونقل بعض تلامذة مولانا الشیخ خالد نقشبندی قدس سرہ انہ قرر یوما ان مراتب اکمل الاربعة (النبوة) غوث وقطب مدارھا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ثم صدیقیة وقطب مدارھا ابوبکرؓ الصدیق رضی اللہ عنہ ثم ولایة وقطب مدارھا علی کرم اللہ وجہہ وان الصلاح فی الآیة اشارة الی الولایة فسئلہ بعض الحاضرین عن عثمان رضی اللہ عنہ فی ای مرتبة ھو من مراتب الثلاثة بعد النبوة فقال انہ رضی اللہ عنہ قد نال حظا من رتبة الشھادة و حظا من رتبة الولایة و ان معنی کونہ ذوالنورین ھو ذلک عند العارفین۔

حضرت خالد نقشبندیؒ نے ایک دن تقریر فرمائی کہ مراتب کاملین کے چار ہیں جیسا کہ اُن سے اُن کے کسی شاگرد نے نقل کیا ہے اوّل نبوت ہے اور نبوت کے قطب مدار ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دوم صدیقیت ہے جس کے قطب مدار ابوبکر صدیقؓ ہیں پھر شہادت ہے جس کے قطب مدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور آیت میں جو صیغہ صالحین کا ہے اس کا اشارہ ولایت کی طرف ہے پس کسی نے حاضرین میں سے حضرت پر سوال کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبوت کے بعد ان مراتب میں سے کس مرتبہ پر ہیں تو جواب دیا کہ بعد نبوت تین مراتب جو ہیں ان میں سے حضرت عثمانؓ کو کچھ حصہ شہادت کا ملا اور کچھ حصہ ولایت سے ملا، اور حضرات صوفیہ کرام کے نزدیک ذوالنورین کا یہی معنی ہے اور علماء ظواہر بیان کرتے ہیں کہ دو بیٹیاں رسولؐ خدا کی ان کے گھر میں تھیں۔"

صاحب روح المعانی نے اسی ص۲۶ پر مرتبہ ولایت کے متعلق حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

عن القطب عبد القادر الکیلانی قدس سرہ انہ قال معاشر الانبیاء اوتیتم من اللقب واتینا مالم تؤتوا علی حد قول الخضر لموسیٰ علیہ السلام

وهو افضل منه انا على علم علمنيه الله تعالى لا تعلمه انت واما ما قال او تيتم اللقب انه حجر علينا اطلاق لفظ النبوة والنبي۔

"حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا اے جماعت حضرات انبیاء علیہم السلام آپ کو نبی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے حالانکہ وہ ہم کو دیا گیا جو آپ کو نہیں دیا گیا۔ یہ حضرت خضرؑ کے قول کی حد پر بیان کیا گیا جو حضرت موسیٰؑ کو خضرؑ نے فرمایا (حالانکہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ سے افضل تھے) اے موسیٰؑ میں ایک ایسے علم کا عالم ہوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور آپ کو نہیں دیا اور آپ اس علم کو نہیں جانتے۔ باقی فرمان حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا کہ آپ کو لقب نبوت و نبی کا دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کا لفظ غیر نبی پر اطلاق کرنا شرعاً ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے"

عذاب و ثواب قبر کو حضرات مفسرینؒ نے بھی علم غیب میں داخل کیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں یؤمنون بالغیب (غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اس غیب میں عذاب و ثواب قبر بھی داخل ہے جیسا کہ تفسیر قرطبی ج ۱ صـ۱۶۳ پر ہے۔

يؤمنون بالغيب مما لا تهتدي اليه العقول من اشراط الساعة وعذاب القبر والحشر والنشر والصراط والميزان والجنة والنار۔

"غیب اس قبیل سے ہے کہ عقل انسانی کی رسائی نہ ہو جیسا کہ اشراط قیامت، عذاب قبر، حشر، نشر، میزان، جنت اور دوزخ"

اور تفسیر ابو مسعود برحاشیہ تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت مفسرینؒ نے غیب کی دو قسمیں بیان کی ہیں اول وہ جس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور وہ خاص ہے ذات باری سے تفرد لعلمه اللطيف الخبير دوسرا وہ جس پر دلیل قائم ہے۔

فانه غيب يعلمه من اعطاه الله تعالى نورا على حسب ذلك النور فلهذا تجد الناس متفاوتين فيه ولاولياء الله نفعنا الله تعالى بهم الحظ الاوفر فيه ومن ههنا قيل الغيب مشاهدة الكل بعين الحق فقد يمنح العبد قرب النوافل فيكون الحق سبحانه بصره الذي يبصر به وسمع الذي يسمع به ويرتقي من ذلك الى قرب الفرائض فيكون نورا فهناك يكون الغيب شهوداً والمقصود لدنيا عندك موجوداً۔

"اور اس غیب پر جس پر دلیل قائم ہے اس کو وہ جانتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے حسب مراتب نور کے پس اسی وجہ سے آپ لوگوں کو

متفاوت پائیں گے اس نور میں اولیاء اللہ کو
خدا ان کے وجود سے ہم کو نفع پہنچائے اسی
غیب سے حصّہ وافر ملا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے
کہ غیب مشاہدہ کرنا ہے کل کا خدا تعالیٰ کی بے
کیف آنکھ سے اور کبھی کبھی بندہ کو قرب نوافل
عطا ہوتا ہے پس خدا تعالیٰ اس بندے کی
آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ بندہ دیکھتا ہے
اور خدا تعالیٰ اس بندے کے کان بن جاتا
ہے جن سے وہ بندہ سنتا ہے اور وہ بندہ اس
سے آگے ترقی کر کے قرب فرائض کو جا حاصل کرتا
ہے تو قرب فرائض میں وہ نور حاصل کرتا ہے
جس سے غیب علم شہودی بن جاتا ہے جو
عام الناس کے نزدیک موجود ہوگا۔"

فائدہ: تحت آیت یؤمنون بالغیب
(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص)

بوجہ ذکر الٰہی کے اللہ عارف
سالک کے دل میں ایک
نور پیدا کرتا ہے جس
سے دل منوّر ہو جاتا ہے

اس نور کی روشنی میں وہ قبر کے حالات ثواب عذاب
معلوم کرتا ہے اسی کو کشفِ قبور کہا جاتا ہے اور
عذاب قبر اُن احکام میں سے ہے جن پر ایمان لانا
فرض ہے لہٰذا یہ کشفِ الٰہی سے ہوا اور یہ بھی
ثابت ہوا کہ کشف بھی ایک دلیل ہے جو عذاب ثواب
قبر پر قائم ہے جس سے وہ معلوم ہوتے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

کہ کسی نے سوال کیا کہ علم غیب تو خدا تعالیٰ کے
ساتھ خاص ہے۔ حالانکہ انبیاء اور اولیاء اللہ
نے بعض اُمور کی خبر دی ہے جو ظاہرا موجود نہ
تھے اور پھر یہ صحیح نکلی۔

دریں صورت علم غیب کو خدا تعالیٰ کی ذات
سے مخصوص کرنا کس طرح صحیح ہوگا تو ملا علی قاریؒ نے
جواب دیا (مرقاۃ ج ۱ ص ۶۶، ۶۵)

فان قلت قد اخبر الانبیاء والاولیاء بشیئ
کثیر من ذلک فکیف الحصر قلت الحصر باعتبار
کلیاتها دون جزئیاتها وما ذکرہ بعض اولیاء من باب
الکرامۃ بالاخبار لبعض الجزئیات من مضمون کلیات الآیۃ فلعله
بطریق المکاشفۃ او له الهام او المنام التی هی ظنیات الخ

"اگر آپ سوال کریں کہ محقق بات ہے کہ حضرات انبیاءؑ اور اولیاء کرام
نے بہت چیزوں کی غیب سے خبر دی ہے تو حصر کرنا کہ سوائے خدا کے
کوئی غیب نہیں جانتا کس طرح جائز ہوگا بعض اولیاء اللہ کو بطور کرامت
کشف، الہام نیند میں خدا تعالیٰ جزوی امور سے مطلع فرماتے ہیں اسی
طرح حضرات انبیاءؑ کو بذریعہ وحی، کشف الہام اور منام مطلع فرماتے ہیں
اور انبیاءؑ کی نیند بھی وحی ہوتی ہے تو جزوی امور پر جو اطلاع ہوتی
ہے وہ اطلاع من اللہ الغیب ہوتی ہے۔

رجم شرعی سزا ہے اور حد ہے

اُستاذی المعظم شیخ المکرم حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

حد کی تعریف؛

البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۳۳:۷

الحد فی اللغۃ عبارۃ عن المنع ومنہ سمی البواب حدا او المنعہ الناس عن الدخول وفی الشرع عبارۃ عن عقوبۃ مقدرۃ واجبۃ حقاللہ تعالٰی عزشانہ بخلاف التعزیر فانہ لیس بمقدر قد یکون بالضرب وقد یکون بالحبس وقد یکون بغیرھا

" لغت میں حد عبارت ہے منع کرنے سے اسی وجہ سے دربان کو حداد کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو اندر داخل ہونے سے منع کرتا ہے، شریعت میں حد سے مراد وہ مقررشدہ سزا ہے جو واجب ہے اور اللہ تعالٰی کا حق ہے اس کے برعکس تعزیر وہ سزا ہے جو متعین نہیں ہوتی کبھی یہ سزا قید کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی مار پیٹ اور کبھی ان کے علاوہ کسی اور صورت مثلاً جلاوطنی وغیرہ میں ہوتی ہے"

اس تعریف سے ایک بات واضح ہوگئی کہ حد اور تعزیر میں فرق یہ ہے کہ حد من جانب اللہ کسی جرم کی مقررہ سزا ہے۔ اس میں کمی بیشی حاکم کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ شارع علیہ السلام نے جو بیان کردی وہی رہے گی تعزیر وہ سزا ہے جس کی صورت اور مقدار مقرر کرنا حاکم کے اختیار میں ہے۔

زنا کی حد

واما حد الزنا فنوعان، جلد ورجم سبب وجوب کل منہما ھو الزنا وانما یختلفان فی الشرط لوجوب الجلدان التعزیر یحتمل الاختلاف فی القدر والصفۃ ھذا وجہ الاول والثانی انہ لا مجال للاجتہاد فی الحد بل لا یعرف الا بالتوقیف وللاجتہاد مجال فی التعزیر

" زنا کی حد یعنی مقررہ سزا دو قسم کی ہے زانی کو کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا دونوں سزاؤں کے وجوب کا سبب ایک ہی ہے یعنی زنا، یہ دونوں سزائیں شرط میں مختلف ہیں۔
(وہ شرط احصان ہے احصان وجوب رجم کے لئے شرط ہے اور کوڑے لگانے میں احصان شرط نہیں ہے) تعزیر میں مقدار سزا اور صورت میں اختلاف کا احتمال ہے، حد اور تعزیر کے متغائر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حد میں کسی کو اجتہاد کرنے کی مجال نہیں نہ کسی کا اجتہاد چلتا ہے، حد حکم توفیقی ہے (جیسا کہ رسول کریم ؐ نے کیا یا فرما دیا) اور تعزیر میں مجتہد کے اجتہاد کو دخل ہے۔"

حد اور تعزیر میں واضح فرق یہی ہے کہ حد میں حاکم کو دخل دینے کی اجازت نہیں اور تمام حدود میں شدید ترین حد زنا محصن کی ہے جو شخص زنا کی کسی صورت کو تعزیر کے تحت لاتا ہے اور رجم کو زنا کی حد قرار نہیں دیتا ہے وہ ایک تو عربیت کے اعتبار سے جاہل ہے دوسرا اسلام کی بنیادی تعلیم اور اسلامی قانون کے ماخذوں سے نابلد ہے اور حدیث رسول فعل رسول تعامل خلفائے راشدین اور تعامل صحابہ کو دین میں جو حیثیت حاصل ہے اس کے پیش نظر تو وہ صرف جاہل ہی نہیں جہل مرکب ہے حد زنا پر اجماع ہے

چنانچہ: احکام القرآن جصاص ۳: ۲۶۳

وقد ثبت الرجم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بفعل النبی ؐ وبنقل الکافۃ والخبر الشائع المستفیض الذی لا مساغ للشک فیہ واجتمعت الامۃ علیہ فروی الرجم ابوبکر وعمر وعلی وجابر بن عبد اللہ وابو سعید الخدری ابو ھریرۃ وبریدۃ الاسلمی وزید بن خالد فی اخرین من الصحابۃ وخطب عمر فی کتاب اللہ لاثبتۃ فی المصحف و بعض ھولاء الرواۃ یروی خبر رجم ماعز وبعضھم خبر الجھنیۃ والغامدیۃ الخ

" حقیقت یہ ہے کہ رجم کی سزا نبی کریم ؐ کے فعل سے ثابت ہے پھر تمام اُمت کے نقل کرنے سے اور یہ حدیث رجم کی مشہور و معروف مستفیض ہے۔ (جو صحیح کی اعلیٰ قسم ہے) جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس حدیث رجم پر تمام اُمت محمدیہ کا اجماع اور اتفاق ہے اس حدیث رجم کو صدیق اکبر ؓ عمر فاروق ؓ علی ؓ المرتضیٰ، جابر ؓ بن عبد اللہ ابو سعید خدری ؓ، ابوہریرہ ؓ بریدہ اسلمی ؓ اور زید بن خالد ؓ جو آخرین صحابہ سے ہیں نے بیان کیا ہے اور صحابہ کے مجمع میں فاروق اعظم ؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا مجھے اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے عمر ؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا ہے تو میں اسے کتاب اللہ میں لکھ دیتا

(یعنی حاشیہ قرآن پر) اور ان میں سے بعض راویوں نے ماعز، جہینہ اور غامدیہ کو رجم کی سزا دینے کی خبر روایت کی ہے۔"

خلاصہ یہ کہ رجم کی سزا دینا فعل رسولؐ ہے جلیل القدر صحابہ کی روایت ہے، پوری امت کا اس پر اجماع ہے لہٰذا اس کا انکار، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل، امت کے اجماع، تعامل صحابہؓ اور تمام محدثین، فقہاء، مفسرین اور متکلمین کی کھلی مخالفت ہے۔

تفسیر مظہری ۶: ۴۱۲:۔

قال علماء الفقه والحديث وقد جرى عمل الخلفاء الراشدين بالرجم مبلغ حد التواتر ايضا ۴۱۲-۴۱۱ واذا كان الزاني والزانية محصنين يرجمان باجماع الصحابة ومن بعدهم من علماء وانكره الخوارج لانكارهم اجماع الصحابة والحق ان الرجم ثابت من النبي صلى الله عليه وسلم باخبار المتواترة بالمعنى ....

ان عمرؓ خطب وقال ان الله قد بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق وانزل عليه الكتاب فكان مما انزل فيه اية الرجم فقرأناها وعلمناها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم ورجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده (الحديث) وفي اخرة ولولا اخشى ان يقول الناس زاد عمرؓ في كتاب الله لاثبته في حاشية المصحف الى ان قال فاني خشيت ان يجيء قوم فلا يجدونه في كتاب الله فيكفرون به. وكان هذا اليعني خطبة عمر بحضر من الصحابة ولم ينكر عليه

روح المعانی ۱۸: ۷۹ پر بھی اجماع صحابہ سکوتی خطبۂ عمرؓ موجود ہے یہ خطبہ ۲۳ھ میں بعد حج مدینہ منورہ میں دیا تھا مخاطب تمام صحابہؓ تھے۔

تفسیر ابن کثیر ۳: ۲۶۱

وعن ابن عباس قال خطب عمر ابن الخطاب فذكر الرجم فقال انا لا نجد من الرجم بدا فانه حد من حدود الله تعالى الا وان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجم ورجمنا بعده ولولا ان يقول الناس ان عمر زاد في كتاب الله ما ليس فيه لكتبت في ناحية من المصحف الى ان قال انه سيكون قوم من بعدكم يكذبون بالرجم.

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا اس میں رجم کا ذکر کیا فرمایا ہمیں رجم کرنے کے سوا چارہ نہیں کیونکہ رجم اللہ کی حدود سے ایک حد ہے۔ کان کھول کر سن لو! رسول کریمؐ نے زانی کو رجم کیا اور حضورؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا اگر لوگ یہ کہہ دیں کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا جو اب قرآن میں موجود نہیں تو میں آیت رجم قرآن کے حاشیہ پر لکھ دیتا عنقریب تمہارے بعد ایک قوم

ہو گی جو رجم کی تکذیب کرے گی ... ان میں سے کوئی کہے گا ہم آیت رجم قرآن میں نہیں پاتے تو وہ لوگ اللہ کے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ پس رجم حق ہے کتاب اللہ میں، اس پر جس نے زنا کیا۔"

فاروق اعظم رض کے خطبہ کی حیثیت زیب داستان کی نہیں بلکہ یہ ایک جلیل القدر صحابی خلیفہ راشد کا خطبہ ہے اور سامعین صحابہ کی وہ جماعت ہے جس کی تربیت خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ اس پوری جماعت کا اس پر اجماع سکوتی ہے جو رجم کے حد ہونے کی قطعی دلیل ہے جس کا انکار امت محمدیہ کے کسی فرد نے نہیں کیا ہاں ماضی میں خوارج نے اس کا انکار کیا اور حال میں ان جدت پسندوں نے اس کا انکار کیا جنہوں نے انگریز کی گود میں آنکھیں کھولیں اس کی لوریوں سے پلے اس تعلیم و تربیت میں جوان ہوئے اور اسی خدا ناشناس ماحول میں زندگی گذار دی وقتی مجبوری کے تحت اسلام سیکھا تو وہ بھی انگریز سے، لہذا اس مغرب زدہ اور کم سواد مخلوق کا انکار دین میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، کیونکہ جہلاء کا قول قابل التفات نہیں ہوتا۔

تفسیر روح المعانی ۱۸/ ۷۸۔

وقد اجمع الصحابة رضی اللہ عنهم ومن تقدم من السلف وعلماء الامة وائمة المسلمین علی ان المحصن یرجم بالحجارة حتی یموت وانکار الخوارج باطل الی ان لان ثبوت الرجم منه صلی اللہ علیه وسلم متواتر المعنی۔

"تمام صحابہ کرام کا، سلف صالحین کا تمام علماء امت کا اور ائمہ مسلمین کا اجماع اس پر ہے کہ زانی محصن کو پتھروں سے مارا جائے یہاں تک کہ مر جائے اور خوارج کا اس سے انکار کرنا باطل و مردود ہے کیونکہ رجم کا ثبوت نبی کریم ؐ سے تواتر معنوی سے پایا جاتا ہے"

تفسیر کبیر: ۲۱۵: واحتج الجمهور من المجتهدین علی وجوب رجم المحصن لما ثبت بالتواتر انه علیه السلام فعل ذلك:

"تمام علمائے مجتہدین نے وجوب رجم زانی محصن پر فعل نبی کریم ؐ سے دلیل پکڑی ہے اور حضور ؐ کا زانی محصن کو رجم کرنا تواتر سے ثابت ہے۔"

تفسیر فتح القدیر شوکانی:۔

واما من کان محصنا من الاحرار فعلیه الرجم بالسنة الصحیحة المتواترة وباجماع اهل العلم وبالقرآن المنسوخ لفظه الباقی حکمه:

"زانی جو محصن یعنی شادی شدہ اور آزاد ہو اس پر رجم یہ ہے کہ رجم کا حکم صحیح سنت متواترہ سے اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور قرآن سے جس کے لفظ منسوخ ہیں اور حکم رجم باقی ہے۔"

قلت وتلك الآیة وان نسخت فی حق تلاوة

اذان هذا الركوع كله في قصة الرجم

"میں کہتا ہوں آیت رجم اگرچہ منسوخ التلاوۃ ہے مگر محقق یہ بات ہے کہ یہ پورا رکوع قصہ رجم میں نازل ہوا ہے۔"

فیض الباری ۱۲: ۹۵

قال ابن بطال اجمع الصحابة وائمة الامصار على ان المحصن اذا زنى عامدا عالما مختارا فعليه الرجم ودفع ذلك الخوارج۔

"علامہ ابن بطال نے فرمایا کہ اس پر تمام صحابہ اور تمام ائمہ دین کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جب شادی شدہ آدمی ارادۃً علم رکھتے ہوئے اپنے اختیار سے زنا کرے اس پر رجم واجب ہے خارجیوں نے اس کا انکار کیا ہے۔"

شیخ محقق ابن الہمام اپنی کتاب فتح القدیر جلد خامس کتاب الحدود میں فرماتے ہیں کہ ثبوت حد رجم رسول اکرمؐ سے متواتر المعنی ہے جس طرح شجاعت علیؓ اور سخاوت حاتم۔ اس کا انکار کرنا دلیل قطعی کا انکار کرنا ہے بالاتفاق یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس بات کی تحقیق کی جائے کہ زانی محصن کو رجم کرنا کیا فعل رسولؐ ہے؟ کیا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے؛ پھر یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا حضور اکرمؐ کے بعد یہ حد جاری رہی؛ یا خلفائے راشدین اور صحابہؓ نے اس سے اختلاف کیا یا انکار؟

پھر یہ دیکھنا ہے کہ علماء امت، ائمہ مجتہدین نے فعل رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کو کیا حجت قرار دیا ہے یا اس سے اختلاف کیا ہے، اگر معتبر تاریخی واقعات سے حد رجم فعل رسول ثابت ہے، اگر حضورؐ کے بعد صحابہ نے اس پر عمل کیا اور صحابہؓ کا اس پر اجماع ثابت ہے اور اگر تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے اور یہ تینوں امور تاریخ سے ثابت ہیں تو اس کے باوجود حد رجم سے انکار کرنا اس امر کا اعلان ہے کہ انکار کرنے والے کے لئے:

۱۔ فعل رسول کی کوئی اہمیت نہیں۔
۲۔ تعامل صحابہؓ کی کوئی حیثیت نہیں
۳۔ اجماع امت کی کوئی حقیقت نہیں۔

اور تینوں امور کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص ایمان بالرسالت سے خالی ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے جو شخص رسولؐ کے فعل کو درخور اعتنا نہ سمجھے مسلمان قوم ایسے ایسے شخص کے قول کو گوز شتر کے علاوہ کوئی اور حیثیت دے۔ رسالت کے ساتھ ایمان بالقرآن کا دعویٰ خود فریبی سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ قرآن کے اس حکم کا کیا بنے گا کہ ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم۔

"یعنی جب اللہ و رسولؐ ایک بات کا فیصلہ دیدیں تو مومن مرد ہو یا عورت کو یہ اختیار مطلق نہیں کہ اس فیصلہ کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرے۔"

جب یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حدرجم نبی کریم ﷺ کا فیصلہ ہے تو اس کا انکار کر کے آدمی قرآن کی اس آیت پر ایمان کیونکر ثابت کر سکتا ہے اور قرآن کی ایک آیت کا انکار سارے قرآن کا انکار ہے۔

بات یہاں ختم نہیں ہوتی قرآن تو اس سے بھی بڑی ایک اور شرط لگاتا ہے فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما

"یعنی مومن ہونے کے لئے صرف اتنا کافی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلے پر مارے باندھے عمل کر دے بلکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ فیصلہ اپنی پسند یا مرضی کے خلاف موجب بھی دل کی گہرائیوں میں اس کے خلاف ناگواری کا شائبہ تک نہ پایا جائے"

لطف یہ ہے کہ یہاں دل کی ناگواری چھوڑ کر حضور ﷺ کے فیصلے کو خلاف اسلام بھی قرار دیا جاتا ہے اور صرف مسلمان نہیں بلکہ مفسر قرآن ہونے کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے بلکہ یہاں تک جرأت کر دی جاتی ہے گویا قرآن کو نہ تو رسول ﷺ نے سمجھا نہ اس کے شاگردوں نے نہ ۱۴ صدیوں میں کسی عالم نے بلکہ قرآن کو سمجھا تو انگریز کے دفتر کے ایک کلرک نے سمجھا مگر حقیقت وہی ہے جو ایک عارف کہہ گیا کہ ؎

"لاکھ چھپائیں وہ مذہبی باتیں"
فرق ہے شیخی و کلر کی میں

پھر اس کے بعد قرآن کی ایک اور آیت کا کیا جواب ہوگا کہ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا

"یعنی رسول ﷺ کی مخالفت اور اجماع امت سے ہٹ کر الگ راستہ اختیار کرنے والے اس انعام کے مستحق ہیں کہ انہیں یہاں کھلی چھٹی دی جائے اور یہاں سے رخصت ہونے کے بعد جہنم میں پہنچا دیا جائے"

فعل رسول ﷺ اور فیصلہ رسول ﷺ سے روگردانی کرنے والے بلکہ اسے قرآن کے خلاف قرار دینے والے کم از کم ان تین آیات قرآنی میں اپنی شبیہ دیکھ کر اپنے ایمان بالقرآن کا طول وعرض ناپ لیں ؎

ز قرآن پیش خود آئینہ آویز
دگرگوں گشتہ از خویش بگریز

قرآن کریم میں جا بجا اطیعوا اللہ کے ساتھ اطیعوا الرسول کو اسی طرح لازم قرار دیا جس طرح اطیعوا اللہ کو بلکہ ایک مقام پر یہاں تک فرما دیا گیا کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اگر اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد بس ایک اللہ کی ہی اطاعت کی جائے تو پھر دونوں اطاعتوں کا الگ الگ بیان کرنے کا مقصد کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے صرف کتاب ہدایت نہیں بھیجی بلکہ ساتھ ہی ہادی رسول بھیجا جس کے ذمے کام یہ لگایا کہ:

۱- اللہ کی کتاب کی آیات ٹھیک اسی صورت میں لوگوں کو پہنچا دیں جس صورت میں وہ نازل ہوئیں۔

۲- انسانوں کو ظاہری اور باطنی نجاستوں اور آلائشوں سے پاک کریں۔

۳- ماننے والوں کو کتاب کے صحیح مفہوم کی تعلیم دیں اور کتاب کے مفہوم کے ساتھ، حکمت کی تعلیم دیں۔

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کا کام صرف اتنا نہیں کہ اللہ کی کتاب کے الفاظ لوگوں تک پہنچا کر بے نیاز ہو جائیں بلکہ رسول کی ڈیوٹی یہ بھی ہے کہ کتاب کے مفہوم اور اس کی عملی تعبیر اور کتاب کے مضامین کی تبیین بھی کریں۔ اگر تعلیم کتاب سے مراد صرف اتنی ہو کہ الفاظ قرآن کے لغوی معنے لوگوں کو بتا دیں تو دین تحصیل حاصل ہے کیونکہ قرآن کے مخاطبین اولین سب اہل زبان تھے۔ اس لئے قرآن کی تعلیم اور تبیین کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے کوئی حکم مجمل طور پر بیان فرمایا تو اس کی تشریح اور تفصیل اللہ کا رسول اس وحی کے مطابق لوگوں تک پہنچائے جو قرآن کے الفاظ میں نہیں آئی بلکہ

اللہ تعالےٰ کی طرف سے قلب رسولؐ پر پہنچی، قرآن میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً ایک حکم اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ بار بار قرآن میں آیا صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا لغوی مفہوم تو اہل زبان سامعین کو بتانے کی ضرورت ہی نہ تھی، مگر ان کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم اس کی عملی صورت بتانا رسولؐ کے ذمہ رہا صلوٰۃ شرعی کی تفصیلات اور کیفیات وحی کے ذریعہ نبی کریمؐ کو بتلائی گئیں اور آپ نے اُمت کو پہنچائیں اور یوں پہنچائیں کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ یعنی صرف بتایا نہیں بلکہ خود کر کے دکھایا۔

اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیلات کہ مختلف چیزوں کے نصاب، اور ہر نصاب پر زکوٰۃ کی مقدار کا تعین پھر یہ بات کہ کس مال پر زکوٰۃ ہے اور کس بات پر نہیں سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے مطابق اُمت کو پہنچائیں یہ تمام تفصیلات اور اسی قبیل کے دیگر احکام الٰہی کی تفصیلات قرآن میں موجود نہیں اس لئے اس بات کا احتمال تھا کہ کوئی بدخود غلط آدمی یہ نہ کہنے پائے کہ یہ اللہ تعالےٰ کے احکام نہیں کیونکہ قرآن میں نہیں اس لئے ان کی تعمیل ضروری نہیں لہذا علیم و خبیر اللہ تعالےٰ نے سارے قرآن میں بار بار اطیعوا اللہ کے ساتھ اطیعوا الرسول کو لازم قرار دیا۔ انسانی دماغ کے بنائے ہوئے قانون میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ یہ قانون بالعموم ظالم کو

تحفظ دینا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاشرہ میں جرائم کی فصل خوب پھلتی پھولتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جو دانشور بنیادی طور پر طبعاً جرائم پیشہ ہوتے ہیں ان کی سوچ معراج بھی یہی ہوتی ہے کہ جرم کی سزا میں اس امر کا خیال رکھا جائے کہ مجرم کو زیادہ سے زیادہ تحفظ مل سکے اور مجرمانہ ذہنیت کے لئے کھلی فضا میسر آسکے۔ اس کے مقابلے میں اللہ کے قانون کی خاصیت یہ ہے کہ جرم کی سزا میں یہ امر ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ مجرم کو ایسی سزا دی جائے جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو اور جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ شکنی ہو تاکہ معاشرہ میں امن وسکون کی فضا پیدا ہو سکے۔ جاہل مسلمانوں کے علاوہ منافقین اور دشمنان اسلام کے لئے بھی یہ بہانہ ہو سکتا تھا کہ دوسروں کو بہکانے کے لئے کہہ دیں کہ بس اللہ کی اطاعت ہی مقصود ہے اور وہ یہی احکام ہیں جو قرآن کے الفاظ میں مذکور ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرائض رسالت میں تعلیم وتبیین کتاب کو بھی شامل فرما دیا اور تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کا اضافہ کر کے گویا تاکید فرما دی کہ کتاب کے علاوہ جو کچھ حضورؐ کی تعلیمات میں داخل ہے وہ بھی اسی طرح واجب الاتباع ہے یہاں تک اعلان کر دیا کہ ما آتاکم الرسول

جاہل مسلمانوں کے علاوہ منافقین اور دشمنان اسلام کے لئے بھی یہ بہانہ ہو سکتا تھا کہ دوسروں کو بہکانے کے لئے کہہ دیں کہ بس اللہ کی اطاعت ہی مقصود ہے

فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتھوا یہ سب پیش بندیاں اسی لئے کی گئیں کہ کوئی بزرجمہر یہ نہ کہنے لگے کہ ہم تو فقط ان احکام کے مکلف ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ اور جو احکام الفاظ میں نہ ملیں وہ اسلام سے خارج ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالباً یہ منکشف ہو گیا تھا کہ کسی وقت ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو اپنے لئے لیبل تو مسلمان کا استعمال کریں گے مگر تعلیمات رسولؐ سے جان چھڑانے کے لئے یہ نعرہ لگائیں گے کہ ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے اس لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا: لا الفین احدکم متکئاً علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ

"ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو ایسا پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بے فکری سے بیٹھے ہوئے میرے امر و نہی کے متعلق یہ کہہ دے کہ ہم اسے نہیں جانتے ہمارے لئے تو کتاب اللہ کافی ہے ہم تو جو اس میں پاتے ہیں اس کا اتباع کریں گے"

غزوۂ احد میں مشرکین کے تعاقب کے لئے جانے کا حکم نبی کریمؐ نے دیا تھا قرآن میں یہ حکم کہیں نہیں مگر جب صحابہ اطاعت شعاری کا ثبوت دیتے ہوئے ۷۰ مجاہدین کھڑے ہوئے تو اللہ نے ان لوگوں کی اطاعت شعاری کی تعریف فرماتے ہوئے جو الفاظ نازل فرمائے خاص طور پر قابل غور ہیں ارشاد ہے الذین استجابوا لہ صاف ظاہر ہے کہ حکم تو رسول کریمؐ نے دیا تھا، اللہ نے حکم دیا ہوتا تو اللہ کی کتاب میں موجود ہوتا سو وہ موجود نہیں لہذا اس آیت نے ثابت کر دیا کہ رسول اللہ جو حکم دیتے تھے وہ اللہ کا حکم ہوتا ہے خواہ وہ اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو۔

سیرت الصحابہ رض

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت العلام شیخ المکرم اللہ یار خانصاحب مدظلہ العالی

صدیق اکبرؓ کی مالی قربانیاں

اسلام، نام ہے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا اپنی جسمانی قوت، ذہنی صلاحیتیں، اپنا وقت، اپنی مرغوبات گھر بار، مال دولت ہر چیز کے متعلق یہ نظریہ، عقیدہ اور یقین ہو کہ یہ سب کچھ اللہ رب العالمین کا ہے۔ میری حیثیت محض امین کی ہے اور اس میں میری آزمائش ہو رہی ہے کہ میں اس سب کچھ کو اپنا سمجھ کر اپنی خواہش اور پسند کے مطابق اس سے کام لیتا ہوں یا ایک امین کی حیثیت سے اس کے اصل مالک کی پسند اور اس کے حکم کے ماتحت اسے استعمال کرتا ہوں کیونکہ اس نے صاف اعلان فرما دیا کہ لیبلوکم ایکم احسن عملا ط اور احسن عمل ان دو صورتوں میں سے صرف دوسری صورت ہے۔

اللہ کریم نے اپنی آخری کتاب میں اپنے آخری نبی ؐ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کی عظمت کا جہاں بھی ذکر کیا ہے ان کی زندگی کا پہلو بالعموم اہتمام سے واضح فرمایا مثلاً : الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ ط

گویا صحابہ کرامؓ کا تعارف ہی ان کے اس وصف سے کرایا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان اپنا مال اور اپنا گھر بار سب کچھ اللہ کے دین کی خاطر قربان کر دیا اور اللہ کریم نے ان کے خلوص اور ایثار کی قدر بھی یوں فرمائی کہ ان کی زندگی میں ہی ان کے حق میں اعلان کر دیا کہ اولٰئک اعظم درجۃ عند اللہ کہ ان لوگوں کو اللہ کا جو قرب حاصل ہے ان بلندیوں تک بنی نوع انسان میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

وقت وقت کی بات ہے بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں اور بعض وقت ایسے ہوتے ہیں کہ حالات اور ماحول

کا دباؤ انسان کو بعض انہونی باتوں کے لیئے مجبور کردیتا ہے، ایسے وقت میں ایثار اور قربانی کی قدر وقیمت بہت کچھ اور ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کے متعلق اولئٰک اعظم درجۃ عند اللہ کے عمومی اعلان کے بعد پھر انہیں دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ہ اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔

" یعنی ساری مخلوق کے مقابلے میں تو صحابہ کرامؓ کا درجہ بلند ترین ہے مگر جہاں تک ان کا آپس میں مقابلے کا تعلق ہے وہ حضرات جو فتح مکہ سے پہلے اسلام کی خاطر مالی قربانیاں کرتے رہے وہ اپنے ان بھائیوں سے بھی بڑھ گئے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد دین حق کے لئے مالی قربانیاں دیں۔ صدیق اکبرؓ کا شمار اس پہلے گروہ میں ہوتا ہے دوسرے گروہ میں پھر صرف پہلے گروہ میں شمار ہی نہیں بلکہ اس جماعت کا سردار بھی صدیقؓ ہے چنانچہ ریاض النضرہ میں ہے: انفق ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین الفًا۔

" یعنی ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کی ذات پر ۴۰ ہزار نقد خرچ کیا۔" قال اسلم ابوبکر ولہ اربعین الف انفق کلھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ۔

" یعنی ابوبکر صدیقؓ جب ایمان لائے تو ان کے پاس ۴۰ ہزار نقد تھا سارے کا سارا نبی کریمؐ پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔" بعض روایتوں میں ملتاہے کہ آپ کے پاس اس وقت ۴۰ ہزار تھا، ہجرت کے روز آپ کے پاس ۵ ہزار تھا جو سارا ہمراہ

لے گئے۔ اسی وجہ سے صدیق اکبرؓ کے والد نے کہا تھا کہ ابوبکرؓ اپنے گھر والوں کو دو مصیبتوں میں ڈال گیا ہے ایک قریش کی دشمنی دوسرا گھر والوں کو تلاش چھوڑ گیا۔ یہ سنکر صدیقؓ کی بیٹی اسماءؓ بنت ابوبکر اپنے دادا ابو قحافہ کو جو اس وقت نابینا ہو چکے تھے تسلّی دینے کے لئے اندر لے گئی۔ جہاں اس نے پہلے سے ایک گڑھا کھود کر کنکر اور ٹھیکریاں بھر دیں اور اوپر کپڑا ڈال رکھا تھا اس پر بوڑھے نابینا دادا کا ہاتھ رکھ کر کہا مال سب موجود ہے اس واقعہ کو مؤرخ نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

عن اسماء بنت ابی بکر قالت لما خرج رسول اللہ خرج ابوبکر معہ احتمل ابوبکر مالہ کلہ معہ خمسۃ الاف درھم او ستۃ خرج بھا معہ قالت فدخل علینا جدی ابو قحافہ وقد ذھب بصرہٗ وقال واللہ لاراہ قد فجعکم بمالہ مع نفسہ قالت کلا یا ابت انہ قد ترک لنا خیرًا کثیرًا قالت فاخذت احجارا فوضعتھا فی کوۃ البیت الذی کان ابی یضع فیہ مالہ ثم وضعت علیھا ثوبًا ثم اخذت بیدہٖ فقلت یا ابت ضع یدک علی ھذا المال قالت فوضع یدہٗ علیہ وقال لا بأس انہ قد ترک لکم ھذا وقد احسن قالت واللہ ماترک لنا شیئًا۔

"حضرت اسماءؓ نے اپنے دادا کی تسلّی کے لئے یہ تدبیر کی مگر آخر میں حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ اللہ کی قسم ابوبکرؓ نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے

یہ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر کیا

حضرتِ ابوبکرؓ نے یہ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر کیا مگر حصول رضائے باری کے لئے جو واحد واسطہ تھا اس کی قدر دانی کا کیا کہنا:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نفعنی مال احدٍ قط ما نفعنی مال ابی بکر فبکی ابوبکر وقال ما انا ومالی الا لک۔

"یعنی ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے فائدہ پہنچایا ابوبکرؓ یہ سنکر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری ذات اور میرا مال سب آپ کی خاطر ہے سب کچھ آپ پر قربان ہے"

مکی زندگی میں حضورؐ کی ذات اور حضورؐ کے پیغام کی خاطر جس قدر مالی ضرورت سامنے آتی تھیں وہ یا تو صدیق اکبرؓ کے مال سے پوری ہوتی تھیں یا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے مال سے یہ ہے لا یستوی من انفق من قبل الفتح کی تفسیر اور اسی سے صدیق اکبرؓ کا تمام صحابہؓ سے اعظم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہیں سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ رسولِ خدا اور صدیق اکبرؓ کا مال اور عزت مشترک تھی اسی وجہ سے قرآن نے صدیقؓ کو ثانی اثنین کا لقب دیا حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے

نبیٔ کریمؐ کی قدر دانی

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحدٍ عندنا یداً الا وقد کافیناہ بھا خلا ابابکر فان لہ یداً عندنا یکافیہ اللہ بھا یوم القیامۃ۔

"یعنی حضور اکرمؐ نے فرمایا کسی شخص کا مجھ پر کوئی احسان ایسا نہیں جس کا بدلہ میں نے چکا نہ دیا ہو، صرف ابوبکرؓ کا احسان ایسا ہے جس کا بدلہ قیامت کو اللہ تعالےٰ ہی اُسے دے گا"

حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ صدیق اکبرؓ کی قربانی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے ایسی ہی ہے کہ اس کا بدلہ دینا انسانی طاقت سے باہر ہے خالق ہی اس کا بدلہ دے سکتا ہے اور اس کا بدلہ اتنا ہے کہ یہ جہان اس کا متحمل نہیں دار آخرت ہی اس کے بدلے کا متحمل ہو سکے گا۔

۲۔ ایک روز عقیلؓ بن طالبؓ نے صدیق اکبرؓ سے تلخ کلامی کی۔ مگر وہ قرابت رسولؐ کی وجہ سے خاموش رہے مگر حضور اکرمؐ سے اس امر کی شکایت کردی، حضور اکرمؐ صحابہؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور تقریر فرمائی جس کا کچھ حصہ "ریاض النضرہ" سے پیش کیا جاتا ہے۔

واللہ لقد قلتم کذب وقال ابوبکر صدق و امسکتم الاموال وجادلی بمالہ وخذلتمونی وواسانی بنفسہ

بخدا تم قریش نے کہا کہ محمد جھوٹ کہتا ہے (معاذ اللہ)
مگر ابوبکر رضہ نے کہا سچ کہتا ہے تم نے اپنے مال روک
رکھے میری یا اسلام کی خاطر خرچ کرنا گوارا نہ کیا۔
مگر ابوبکر رضہ نے نہایت فراخدلی سے میری خاطر صرف
مال ہی خرچ کرنا گوارا نہ کیا بلکہ ابوبکر رضہ نے مجھے آرام
پہنچانے کے لئے اپنی جان تک پیش کر دی"
اس خطبہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ کے دل
میں جو قدر صدیق اکبر رضہ کی تھی وہ اپنے رشتہ داروں کی بھی نہ تھی۔

۳۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ابوبکر اخی فی الدنیا والآخرۃ رحم اللہ ابابکر وجزاءہ من الرسول اللہ خیراً واسانی فی النفس والمال

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا ابوبکر رضہ
دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
پر رحم فرمائے اور اپنے رسولؐ کی طرف سے اس کو
جزائے خیر دے اس نے اپنی جان اور مال سے
میری مدد کی"

گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے کہ ابوبکر صدیق رضہ
نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ میری جان اور میرا مال آپ
ہی کا ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرمؐ کی طرف
سے اس پیش کش کو شرف قبولیت بخشا گیا اور اللہ کے
رسولؐ نے اپنے رب سے اس کا بدلہ دینے کی دعائیں کیں

۴۔ عبداللہ بن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضورؐ
کے پاس بیٹھا تھا، صدیق اکبر رضہ حضور اکرمؐ کے پاس گودڑی
لپیٹے بیٹھے تھے، اتنے میں جبرئیلؑ آئے اور کہا یا رسول اللہ
ابوبکر رضہ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔

فقال یا جبرئیل انفق ماله علیّ قبل الفتح قال فان اللہ تعالیٰ یقرأ علیک السلام ویقول لک قل له اراضٍ عنی انت فی فقرک هذا ام ساخط فقال النبی یا ابابکر ان اللہ تعالیٰ یقرأ علیک السلام ویقول لک وانت عنی راضٍ فی فقرک هذا ام ساخط فقال ابوبکر اسخط علی ربی؟ انا عن ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ (ریاض النضرۃ صـ۱۵۶)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل!
ابوبکر رضہ نے اپنا سارا مال تو فتح مکہ سے پہلے ہی مجھ پر
خرچ کر دیا ہے (اب یہ حالت نہ ہو تو کیا ہو) تو جبرئیلؑ
نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام
کہتے ہیں اور فرمایا ہے کہ ابوبکر رضہ سے پوچھیں کہ کیا
تم اس حالت فقر میں اللہ سے راضی ہو یا نہیں؟
حضور اکرمؐ نے ابوبکر رضہ کو اللہ کا پیغام پہنچایا
ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ مجھ سے
ناراض تو نہیں؟ میں تو اپنے رب سے راضی
ہوں، راضی ہوں، راضی ہوں"۔

حضور اکرمؐ کی قدردانی کے سلسلے میں روایات
گذر چکی ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے
ہاں صدیق اکبر رضہ کی قدردانی کا یہ عالم ہے، مگر جن لوگوں
کے دلوں میں اللہ اور رسول کی قدر نہیں وہ ان کے محبوبوں

بھلا کیا قدر کر سکتے ہیں۔

۵۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احد اعظم عندی یداً من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ۔

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا کسی آدمی کا احسان ابوبکرؓ کے احسان سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہے اس نے میری جانی اور مالی مدد کی اور اپنی بیٹی میرے نکاح میں دیدی۔"

۶۔ مسجد نبوی کی تعمیر کا مسئلہ ہجرت مدینہ کے وقت سب سے پہلا اجتماعی مسئلہ تھا، چنانچہ نماز باجماعت کے لئے مسجد بنانے کی تجویز ہوئی، جگہ خرید لی گئی مگر قیمت کی ادائیگی کا معاملہ بڑا کٹھن تھا۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ ہی وہ شخص ہے جس نے قیمت اپنی گرہ سے ادا کی قیامت تک جو مسلمان اس مسجد میں نماز ادا کرتے رہیں گے اس کا ثواب ابوبکرؓ صدیق کے کھاتے میں جمع ہوتا رہے گا

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

ابو بکر صدیقؓ بحیثیت خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

منصب خلافت سنبھالتے ہی ابوبکر صدیقؓ کا سارا دن امور مسلمین کے طے کرنے میں صرف ہوا شام کو اُٹھے تو خیال آیا کہ گھر میں تو کھانے کی کوئی چیز نہیں بازار چلے گئے۔ آواز دی کہ مزدور کی ضرورت ہو تو مزدور موجود ہے جو دیکھتا لوٹ کے چلا جاتا کہ مزدور کہاں یہ تو خلیفہ رسولؐ ہیں اور ہم اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، آخر ایک آدمی مل گیا جو نہ جانتا تھا کہ یہ خلیفہ ہیں اُسے مزدور کی ضرورت تھی چنانچہ طے ہوا کہ میری بکری اُٹھا کر گھر پہنچا دو ایک درہم دوں گا مزدوری کی سودا لے کر گھر آئے دوسرے روز تنخواہ مقرر ہوئی تاکہ امیر المومنین مسلمانوں کے اُمور کی طرف پوری توجہ دے سکے (فتح الباری ۸: ۱۴۱ میں اس کی کچھ تفصیل دی گئی ہے۔

ان انقدر الذی کان یتناولہ فرض لہ باتفاق من الصحابۃ فروی ابن سعد باسناد مرسل رجالہ ثقاۃ قال استخلف ابوبکر اصبح غادیاً الی السوق علی رأسہ اثواب یتجربہا خلیفہ عمر بن الخطاب ابوعبیدہ بن الجراح فقال کیف ھذا وقد ولیت امیر المسلمین قال فمن این اطعم عیالی قالوا انفرض لک ففرضوا کل یوم شطر شاۃ

"صدیق اکبرؓ کی تنخواہ صحابہ کرامؓ کے اتفاق سے مقرر ہوئی ابن سعد نے مرسل اسناد کے ساتھ روایت کی جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ جب ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو صبح سویرے کپڑے کے تھان سر پہ رکھ کر بازار جا رہے تھے کہ فروخت کریں۔ آپکو عمر فاروقؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح راستے میں مل گئے انہوں نے کہا یہ کیا حالت ہے آپ تو مسلمان

کے امیر مقرر ہو چکے ہیں فرمایا میرے اہل وعیال کھائیں گے کہاں سے ؟ انہوں نے کہا ہم بیت المال سے آپ کی تنخواہ مقرر کرتے ہیں۔ تو صحابہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے لیئے ایک بکری کا نصف حصہ آپ کا روزینہ مقرر فرمایا۔ اور کنز العمال میں بحوالہ ابن سعدؒ، حمید بن ہلال سے مروی ہے کہ:

لما ولی ابوبکر قال اصحاب رسول اللہ افرضوا لخلیفۃ رسول اللہ ما الغنیہ قالوا نعم بروا لاان اخلقھما وضعھما واخذ مثلھما وظھرہ اذا سافر ونفقتہ علی اھلہ کما کان ینفق قبل علی اھلہ قبل ان یستخلف قال ابوبکر رضیت۔

"جب ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ خلیفۂ رسولﷺ کی تنخواہ مقرر کریں جو ان کی ضروریات کے لیئے کافی ہو، سب نے باتفاق اس تجویز کو درست قرار دیکر مقرر یہ کیا کہ ان کے لیئے دو چادریں بیت المال سے دی جائیں جب یہ پرانی ہو جائیں تو بیت المال میں ان کو داخل کر کے ایسی اور لے لیا کریں۔ ایک سواری کا انتظام ہو جس پر یہ سفر کریں اور اہل وعیال کے لئے اتنا خرچ جتنا آپ خلیفہ بننے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔"

فتح الباری نے اس تنخواہ کی علت بھی بیان کر دی کہ فامتنع باامر المسلمین عن الاکتساب یعنی ابوبکر صدیقؓ کاروبار خلافت کی مصروفیات کی وجہ سے اپنے کاروبار کے لیئے وقت نہیں نکال سکتے تھے اور بخاری میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ:

قال ابوبکر شغلت بامر المسلمین فسیأکل آل ابی بکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین۔

"یعنی ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہو چکا ہوں اس لئے ابوبکرؓ کا کنبہ بیت المال سے ما یحتاج لے گا اور ابوبکر ان کا کام کرے گا"

روایت میں مقدار تنخواہ میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے مگر علامہ بیہقی نے سنن الکبریٰ ۶: ۳۵۲ پر ابوبکر صدیقؓ کے زمانۂ خلافت کا مجموعی خرچ لکھ دیا ہے۔

فانفق فی سنتین ولبعض اخری ثمانیۃ الاف درھم فلما حضرہ الموت قال قد کنت قلت لعمر انی اخاف ان لا یسعنی ان آکل ھذا المال شیئاً فغلبنی فاذا انا مت فخذوا من مالی ثمانیۃ الاف درھم وردوھا فی بیت المال قال أتی بھا عمر رحم اللہ ابا بکر لقد اتعب من بعدہ تعباً شدیدا۔

"حضرت ابوبکرؓ نے اپنے سوا دو سال کے زمانۂ خلافت میں قریباً ۲ ہزار روپیہ بیت المال سے کر خرچ کیا۔ وفات کے وقت فرمانے لگے میں نے عمرؓ سے کہا تھا کہ بیت المال سے میرے کھانا ٹھیک نہیں

مگر عمرؓ نے مجبور کیا، میں مرجاؤں تو میرے مال سے دہ ترکہ روپیہ لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ آپ کی وفات کے بعد وہ مال فاروق اعظمؓ کے پیش کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے اس نے بعد میں آنے والے خلفاء کو سخت مشکل میں ڈال دیا۔

اور کنز العمال میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا؛

انا منذ ولینا امر المسلمین لم نأکل درهما ولا دینارا ولکن قد اکلنا من جریش طعامهم فی بطوننا ولبسنا من خشن ثیابهم علی ظهورنا ولیس عندنا من فئ المسلمین قلیل ولا کثیر الا هذا العبد الحبشی وهذا البعیر الناضح وجرد هذه القطیفة فاذا مت فابعثی بهن الی عمر وابرئی منهن صفحلت فلما اتی الرسول عمر بکی حتی جعلت تسیل دموعه علی الارض وجعل یقول رحم الله ابابکر لقد اتعب من بعده یا غلام ارفعهن فقال عبد الرحمان بن عوف سبحان الله تسلب عیال ابی بکر عبدا حبشیا وبعیرا ناضحا وجرد وقطیفة ثمن خمس دراهم قال فما تأمر قال تردهن علی عیال ابی بکر قال لا۔

" صدیق اکبرؓ نے فرمایا جب مجھے مسلمانوں کا حاکم بنایا گیا تو میں نے کوئی درہم و دینار نہیں کھایا بلکہ موٹی خشک روٹی میری غذا رہی اور موٹا کھردرا کپڑا میرا لباس رہا اور ہمارے پاس مسلمانوں کے مالِ فئے سے کوئی چیز نہیں سوائے ایک حبشی غلام کے پانی نکالنے والے ایک اونٹ اور ایک پرانی چادر کے۔ پس جب میں مرجاؤں تو اے عائشہؓ یہ تمام چیزیں حضرت عمرؓ کو پہنچا دینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا جب یہ چیزیں لے کر آدمی حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہوگیا حتیٰ کہ ان کے آنسو زمین پر بہنے لگے اور وہ فرماتے تھے کہ ابوبکرؓ پر اللہ رحم کرے اس نے بعد میں آنے والوں کو سخت مشکل میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے غلام کو حکم دیا کہ یہ چیزیں بیت المال میں داخل کر دے۔ یہ سنکر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بولے، کیا آپ ایک غلام، ایک اونٹ اور ایک چادر جس کی قیمت سوا روپیہ سے بھی کم ہے ابوبکرؓ کے کنبے سے چھیننا چاہتے ہیں، فاروق اعظمؓ نے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ چیزیں ابوبکرؓ کے گھر والوں کو واپس کر دیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا یعنی ان کی وصیت کو نافذ کروں گا۔"

تاریخ الخلفاء میں بحوالہ ابن ابی الدنیا ابوبکر بن حفص سے بھی یہی مروی ہے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں بھی اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے۔

اور کنز العمال میں صدیق اکبرؓ کے الفاظ یوں

ملتے ہیں: فلما حضرہ الوفاۃ قال ردوا ما علینا من مال المسلمین فانی ما اصیب من ھذا المال شیئاً وان ارضی التی بمکہ بمکان کذا وکذا للمسلمین بما اصیب من اموالھم ندفع الی عمر ذلک۔

"وفات کے وقت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہم نے بیت المال سے جو کھایا ہے وہ واپس کر دینا مکہ میں میری فلاں زمین فروخت کر کے جو دو ہزار روپیہ بیت المال سے لیا وہ تمام خلیفہ عمرؓ کے پاس پہنچا دینا"

تاریخ طبری ج ۳ میں حضرت عائشہؓ کی زبانی صدیق اکبرؓ کے اخراجات کا کچھ اجمالی بیان ہوا ہے۔

فترک تجارۃ واستنفق من مال المسلمین ما یصلحہ ویصلح عیالہ ما بیو مر ویحج ویعتمر وکان الذی فرضوا لہ فی کل سنۃ ستۃ الاف درھم فلما حضرتہ الوفاۃ قال ردوا ما عندنا من مال المسلمین فانی لا اصیب من ھذا المال شیئاً وان ارضی التی بمکان کذا وکذا للمسلمین بما اصبت من اموالھم فدفع ذلک الی عمر الی ان قال ابوبکر انظروا کم انفقت منذ ولیت من بیت المال فاقضوہ عنی فوجدوا مبلغہ ثمانیۃ الاف درھم فی ولایتہ۔

"حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو تجارت ترک کر دی اور بیت المال سے اتنا خرچ کرتے جو روزانہ ضروریات کے لئے کفایت کرتا تھا اور حج اور عمرہ پر خرچ ہوتا تھا آپ کے لئے جو وظیفہ مقرر تھا وہ چھ ہزار درہم سالانہ تھا، جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا جو مال میں نے بیت المال سے لیا ہے وہ سارا بیت المال میں واپس کر دینا اس مقصد کے لئے میری زمین بیچ دینا جو فلاں فلاں جگہ موجود ہے اور فرمایا حساب کر کے دیکھو میں نے کتنا مال خرچ کیا ہے حساب کیا گیا تو معلوم ہوا زمانہ خلافت (سوا دو برس) ۸ ہزار درہم قریباً ۲ دو ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا"

مسائل

حضرت ابوبکرؓ کے اس رویہ اور صحابہ کے تعامل سے تین اُمور کی وضاحت ہوتی ہے۔

۱۔ جو شخص قومی خدمت پر مامور ہو اور اپنی معاش کے لئے کوئی کام نہ کر سکے تو اس کی ضروریات کو پورا کرنے کا بندوبست کرنا قوم کے ذمے ہے اور اس کے لئے وہ "حق الخدمت" حلال اور جائز ہوگا۔

۲۔ صدیق اکبر نے اس قانون کے تحت حق الخدمت لینا تو قبول کر لیا مگر آخری وقت یہ سارا مال لوٹانے کا حکم دیا یہ ان کا تقویٰ ہے۔

۳۔ صدیق اکبرؓ نے پہلے فتویٰ پر عمل کر کے سنت پر عمل کیا پھر تقویٰ اختیار کیا اور اپنے آپ کو قرآن حکیم کی اس آیت کا مصداق ثابت کر دیا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" اور صدیق اکبرؓ کے اس تقویٰ کی مثال اسلامی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی اس سے آپ کا افضل البشر بعد انبیاء ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

صدیق اکبرؓ کی یہ عظمت صفت تقویٰ کی بنا پر ثابت ہوتی ہے اور مطلق انفاق مال کے اعتبار سے صدیق اکبرؓ کا جو مقام ہے اس کا اعلان قرآن کریم نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔

"یعنی تم میں سے وہ شخص بلند ترین درجہ رکھتا ہے جس نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا بمقابلہ ان صحابہ کے جنھوں نے فتح کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا"

مگر اس آیت کا آخری ٹکڑا وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ یعنی ایک گروہ کی عظمت اپنی جگہ مسلّم مگر دونوں گروہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نہایت اعلیٰ صلہ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے اسی ٹکڑے سے تمام صحابہ کا کامل الایمان ہونا ثابت ہے جو وعد اللہ الحسنیٰ کا تقاضا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں میں سب سے زیادہ مالدار حضرت عثمانؓ تھے مگر اس دور میں حضور اکرمؐ کی خاطر اور دین کے لئے مال صرف ابوبکرؓ صدیق ہی کا خرچ ہوا لہٰذا صحابہ میں کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی متمول ترین صحابہ میں سے تھے مگر وہ مدینہ آکر تجارت کر کے اس مقام تک پہنچے، حضرت علیؓ نوعمر اور خوشحالی کے اعتبار سے اس قابل ہی نہ تھے کہ کچھ مال خرچ کر سکتے، کیونکہ آپ کی پرورش بلکہ ابوطالب کے کنبہ کی پرورش خود نبی کریمؐ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے تمول اور انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ سے ایک اور حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ جو مال اللہ کی راہ میں اور اللہ کے دین کی خاطر خرچ ہو وہ مال عین دین اور عین عبادت ہے جس دور میں ہم گذر رہے ہیں اس سے ملتے جلتے حالات میں امام الاتقیاء حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا تھا کہ "جس عالم دین کے پاس مال ہو اُسے چاہیئے کہ اسے اور بڑھائے ورنہ یہ اُمراء آپ لوگوں کو رومال بنا کر اپنا چہرہ صاف کیا کریں گے"۔

اور اس حقیقت کی نشان دہی خود خاتم الانبیاءؐ

اور خاتم الاتقیاء نے فرما دی ہے جیسا کہ کنز العمال ۳: ۳۲،۷ میں ذکر ہوا۔

۱۔ عن ابی بکر الصدیق قال دینك لمعادك ودرهمك لمعاشك ولا خیر فی امرء بلا درهم "تمہارا دین آخرت کے لئے ہے اور تمہارا مال معاش کے لئے ہے مال کے بغیر انسان ذلیل ہوتا ہے"

۲۔ عن علیؓ قال خیارکم من لم یدع آخرته لدنیاه ولا دنیاه لآخرته

"یعنی تم میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو دنیا کی خاطر آخرت کو نہ چھوڑے اور آخرت کی خاطر دنیا کو نہ چھوڑے"۔

۳۔ عن حذیفہؓ۔ قال خیارکم الذین یأخذون من دنیاهم لآخرتهم

"یعنی تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو دنیا سے آخرت کو حاصل کر لیتے ہیں"

۴۔ عن حذیفہؓ۔ قال لیس خیارکم من ترك الدنیا للآخرة ولا من ترك الآخرة للدنیا ولكن خیارکم من اخذ من کل۔

"تم میں سے اچھا وہ نہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو چھوڑ دے نہ وہ اچھا ہے جو دنیا کی خاطر آخرت کو چھوڑ دے بلکہ اچھا وہ نہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو چھوڑ دے نہ وہ اچھا ہے جو دنیا کی خاطر آخرت کو چھوڑ دے بلکہ اچھا وہ ہے جو دونوں سے اپنا حصّہ حاصل کرے"

۵۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا خیر فیمن لا یحب المال یصل بہ رحمه ویؤدی به امانته ولیستغنی به عن خلق وبه (کنز العمال)

"نبی کریمؐ نے فرمایا وہ آدمی اچھا نہیں جو مال کو اچھا نہیں جانتا حالانکہ وہ مال سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کر سکتا ہے امانتیں ادا کر سکتا ہے اور مخلوق کا دستِ نگر ہونے سے مستغنی رہ سکتا ہے"

۶۔ قال یأتی علی الناس زمان لا ینفع فیه الا الدینار والدرهم "حضورؐ نے فرمایا ایک وقت آنے والا ہے کہ روپیہ پیسہ ہی کام دیگا"

۷۔ قال نعم العون علی تقوی اللہ المال

"یعنی تقویٰ اور اللہ کے خوف کے لئے انسان کا بہترین معاون مال ہے"

۸۔ قال لا تسبوا الدنیا فلنعم المطیة للمؤمن علیها یبلغ الخیر وعلیها ینجو من الشر

"فرمایا دنیا کو بُرا نہ کہو، مال تو مومن کے لئے اچھی سواری ہے جس کے ذریعے وہ خیر و خوبی کو پہنچتا ہے اور اسی کے ذریعے برائی اور تکلیف سے نجات پاتا ہے"

۹۔ الدراهم والدنانیر خواتیم اللہ فی ارضه من جاء بخاتم مولاه قضیت حاجته

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی تصدیق مہر ہے جو آدمی اس مہر کو لے کر کسی کے پاس جائیگا اس کی حاجت پوری کی جائے گی۔

۱۰۔ قال لیس بخیرکم من ترك الدنیا لاٰخرته ولا اٰخرته لدنیاه حتیٰ لیصیب منهما جمیعًا فان الدنیا بلاغ الی الاٰخرة ولا تکونوا کلًا علی الناس۔ فرمایا تم میں وہ آدمی اچھا نہیں جو دنیا کو آخرت کے لیئے بالکل ترک کر دے یا جس نے آخرت کو دنیا کی ہوس میں چھوڑ دیا بلکہ اچھا وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں سے اپنا حصہ لے اور حقیقت یہ ہے کہ مال دنیا آخرت کی سواری ہے، دیکھنا مخلوق کے لیئے بوجھ نہ بن جانا

۱۱۔ قال اذا کان فی اٰخر الزمان لا بد للناس فیها من الدراهم والدنانیر یقیم الرجل بها دینه ودنیاه۔

" فرمایا ایک وقت آئے گا لوگوں کے لیئے مال کا موجود ہونا لازمی ہوگا، مال کے ذریعہ ہی انسان اپنے دین اور دنیا کو بچا سکے گا (ورنہ اس کا دین اس کی عزت، اس کی آبرو محفوظ نہیں رہ سکے گا)۔

۱۲۔ قال الزهادة فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعة المال۔

" فرمایا زُہد یہ نہیں کہ آدمی حلال کو اپنے لئے حرام کرے اور نہ زُہد و تقویٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو ضائع کرے "

۱۳۔ قال من فقه الرجل ان یصلح معیشته ولیس من حب الدنیا طلب ما یصلحك

" انسان کی عقلمندی کی علامت یہ ہے کہ اس کی معیشت درست ہو، اپنے اور اہل و عیال کے حالات درست رکھنا حُبّ دنیا نہیں ہے "

۱۴۔ قال۔ یا اباذر! انه لا یضرك من الدنیا ما کان للاٰخرة انما یضر من الدنیا ما کان للدنیا

" فرمایا اے ابوذرؓ! جو مال آخرت کی بہتری کے لیئے ہو وہ تمہارے لیئے نقصان دہ نہیں، مُضر وہ مال ہے جو دنیوی تفوق کی خاطر اور صرف مال جمع کرنے کی خاطر ہوس کو پورا کرنے کے لیئے ہو "

کسب مال اور اس کی ضرورت کے سلسلے میں یہ چند ارشادات نبویؐ لکھنے کی تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ صدیق اکبرؓ کے مال و دولت نے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ مال فی نفسہٖ بُری چیز نہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے مال کے لئے "خیر" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کی حیثیت ذریعہ کی ہے مگر یہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلی صورت میں یہی مال سراپا خیر ہے اور دوسری صورت میں شر ہی شر ہے صدیق اکبرؓ نے مال کے لئے لفظ "خیر" کے اطلاق کا نمونہ پیش کر دیا جس کی تصدیق اللہ اور اس کے رسولؐ نے برملا کر دی۔

اس بیان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ معاندین نے اسلام کے

ذمہ یہ تہمت لگا رکھی ہے کہ اسلام ترک دنیا سکھاتا ہے اور مال اور صاحبِ مال کی مذمت کرتا ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ اسلام کسب مال کی مذمت نہیں کرتا بلکہ اسے ضروری قرار دیتا ہے ہاں اس پر بعض پابندیاں ضرور عائد کرتا ہے البتہ حبِ مال اور ہوسِ زر کو اسلام واقعی مذموم سمجھتا ہے کیونکہ محبت کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کی توجہ محبوب سے ہٹنے نہیں دیتی لہذا ہوس زر کا مریض انسان شرف انسانیت سے گر کر اسفل السافلین تک پہنچ جاتا ہے اس فرق کو عارف رومیؒ نے ایک شعر میں بیان کر دیا ہے ؎

آب زیر کشتی اُو را پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

دوسرے رنگ میں فرمایا ؎

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس دور میں ہوس زر اور دین سے دُوری قریباً ایک ہی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہیں۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دولت اور دین میں جو قدرتی تعلق ہے اور دولت کے افادی پہلو کا احساس دلایا جائے اس کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ منبر و محراب اور تسبیح و سجادہ سے جو تبلیغ اسلام ہو رہی ہے وہ نہ تو کما حقہٗ تبلیغ ہے نہ اس کا اثر ظاہر ہو رہا ہے وجہ یہ ہے کہ منبر و محراب اور تسبیح و سجادہ کو ذریعہ معاش بنا لیا گیا ہے جس جسم کی دونوں آنکھیں دوسروں کے ہاتھوں اور جیبوں پر تنی ہوئی ہوں اس جسم کی ایک زبان پر سچی بات کا ایک لفظ بھی آنا کیونکر ممکن ہے اس لئے ہدایت کے ان سرچشموں سے مداہنت چاپلوسی، جانبداری اور تعصب کے جراثیم وافر از مقدار پھیل رہے ہیں جن کا اثر دین سے دُوری بلکہ بیزاری کی صورت میں ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس کی پانچویں وجہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جائز طریقے سے اکتساب مال نہ تو دین داری کے منافی ہے نہ شریعت کے علم اور تصوّف کے منافی ہے کہ عالم اور صوفی کو لازماً مفلس و قلاش اور دوسروں کا دست نگر ہی ہونا چاہئے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب اکتساب مال نبوت کے منافی نہیں تو تصوف کے منافی کیوں ہونے لگا، انبیاء کرام کی عملی سنّت کے بیان میں البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ، علمائے تاریخ و تفسیر وغیرہم نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ کثیر المال تھے آپ کے پاس ہر قسم کے مال کی فراوانی تھی مثلاً مویشی، بھیڑ، بکری اور غلام وغیرہ اور کاشتکاری کا وسیع انتظام تھا، آپ کا مسکن علاقہ شام میں موضع بشنہ حوران میں تھا۔

تفسیر درمنثور میں ہے کہ حضرت داؤدؑ دن میں ایک زرہ بناتے تھے جو چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے اس کا دو تہائی حصّہ بنی اسرائیل اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتے تھے، حضرت آدمؑ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت ادریسؑ خیاطی کرتے تھے ۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ)

حضرت شیخ المکرم کے نام امریکہ (نیویارک) سے ایک خط

A LETTER FROM THE USA PRODUCED VERBATIM

All praise is due to Allah for bringing about the creation of the pen, which can be used as a means of establishing relationships and communicating from afar. Generous prayers, abundant peace, grace and countless salutations be upon his light which came in the form of the Prophet Muhammad(SAS) the dispelles of ignorance and darkness by Allah's decree. As for what follows:

As Salamu Alaikum wa Rahmatullah

This is a writing to his emonence the Shaikh and Wali of Allah, Maulana Allah Yar Khan, whose book "Dalael-e-Salcok" as An Objective Appraisal of the Sublime Sufi Path, I have just had the pleasure of reading. By way of introduction my name is Shakeer Abdarrahman and I've been a practising muslim for 13 years. Throughout this period of my Islamic life I've had an intense burning, desire, love and respect for the people of the suf(sufis). So much so that every English book dealing with sufism, its saints, practises etcetera I would buy until my library of sufic literature became immense. I patterened myself after these great men by way of dikrs, meditations, fasting methods etc. The results was noting less than the overflowing of the Merciful to me in innumerable ways beyond description. I experierced a great number of manifestations which were vouched to the great sufis of the past and present. Atone time I thought these things occurred to every muslim and I would engage them in conversation in order that we could relate to each other our mystic experiences and thereby in-crease our faith but the majority of them were unable to do so. I would like to relate some of these experiences to you for your scrutiny, analysis and approval at a future date Insha Allah. However, my immediate concern at this time is you, your book and your Order. With all due respect please explain to me the rules regarding the utilization of the name Allah as a personal name for a man, without it being prefixed by abd(abdallah). At first reading I felt uneasy when I read the names Allah Yar Khan and Allah Din Madani. I thought the personal name of the diety was being ascribed to men. After reading the names a few times I reasoned that the answer lied in what followed the name Allah and

therefore Allah Yar Khan was onename and not three as the English reading would cause one to believe. This being the case I imagine the name would lbe perfectly correct and legitimate. Still unless you write me back and expound to me on it (Yar Khan and Din Madani) I would only have my reasoning on this matter to ~~fixe~~ follow.

As for the book itself, reading it was like inhaling a delightful fragrance after being surrounded by foul odours. I found it fascinating and of a very high spiritual calibre. It only goes to prove your high rank and station before Allah. Although I have no Shaikh I've always considered myself a sufi of Owaisia persuation. Atthe same time I realized and acknowledged the superiority of the Naqshbandia way over many of the other Orders. It goes without saying that I find your Order extremely appealing. If you see fit to write back perhaps by Allah's permission our relationship can blossom and become more binding.

From the needy slave
Your brother in Islam
Shakeer Abdurrahman

PS: This letter was sent in care of Abu Talha as I knew not if the Shaikh spoke English. However it is my wish that it be conveyed to the Shaikh.

Ameen.

سانحہ ارتحال

بابا نور محمد مرحوم اللہ کو پیارے ہو گئے۔

بابا جی مرحوم نہایت ہی سادہ لوح اور دیندار انسان تھے اور حضرت شیخ المکرّم استاذ محترم حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب کے بچپن کے ساتھی اور دلی دوست اور خادم تھے

بابا جی مرحوم ۲۰ نومبر ۱۹۸۳ء کو بعد از نماز فجر اچانک ہی دل پر دورہ پڑنے سے اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

قارئین المرشد سے اپیل ہے کہ بابا جی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائیں آمین

فقط دعاجو عبید اللہ عفی عنہ

خطیب جامع مسجد حبیبی جنرل سیکرٹری انجمن تحفظ ناموس صحابہ و اہلبیت نبیؐ

چکڑالہ

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم و مفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹

۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ جنوری ۱۹۸۴ء

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک (اردو)	۲۵/۰۰
صوفی ازم (انگلش)	۴۰/۰۰
حیاتِ برزخیہ	۲۵/۰۰
تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	۲۵/۰۰
الدین الخالص	۲۵/۰۰
حیاتِ انبیاء	۱۰/۰۰
اطمینانِ قلب	۱۰/۰۰
تعمیرِ سیرت	۷/۵۰
لغزشیں	۷/۵۰
حضرت امیر معاویہ رض	۷/۵۰
اسرار الحرمین	۵/۰۰
انوار التنزیل	۵/۰۰
کس لئے آئے تھے؟	۵/۰۰
تعارف	۳/۰۰
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن	۷/۵۰
دیارِ حبیب میں چند روز	۵/۰۰
دین و دانش	۵/۰۰
مغالطے	۵/۰۰
پاکیزہ معاشرہ	۷/۵۰
فضائل توبہ استغفار	۲۰/۰۰
المرشد (فی شمارہ)	۳/۰۰
حج کی دعائیں ۳ حصے	۵/۰۰
ذکر اللہ (عربی)	۳/۰۰
بزم انجم	۱۵/۰۰
فوزِ عظیم	۱/۵۰
علم و عرفان مع تلاش رہ	۳/۰۰
سالانہ چندہ المرشد	۳۵/۰۰
کونوا عباد اللہ (زیر طبع)	
ایمان بالقرآن کلاں	۲۰/۰۰

ماہنامہ
المرشد
زیر سرپرستی
حضرت العلام مولانا
اللہ یار خان صاحب مدظلہ
اصلاح احوال باطنی کا ...
سالانہ چندہ
پینتیس ۳۵ روپے

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ — دار العرفان منارہ ضلع جہلم

سول ایجنٹ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

کتبہ: سید شاہد حسن رضوی